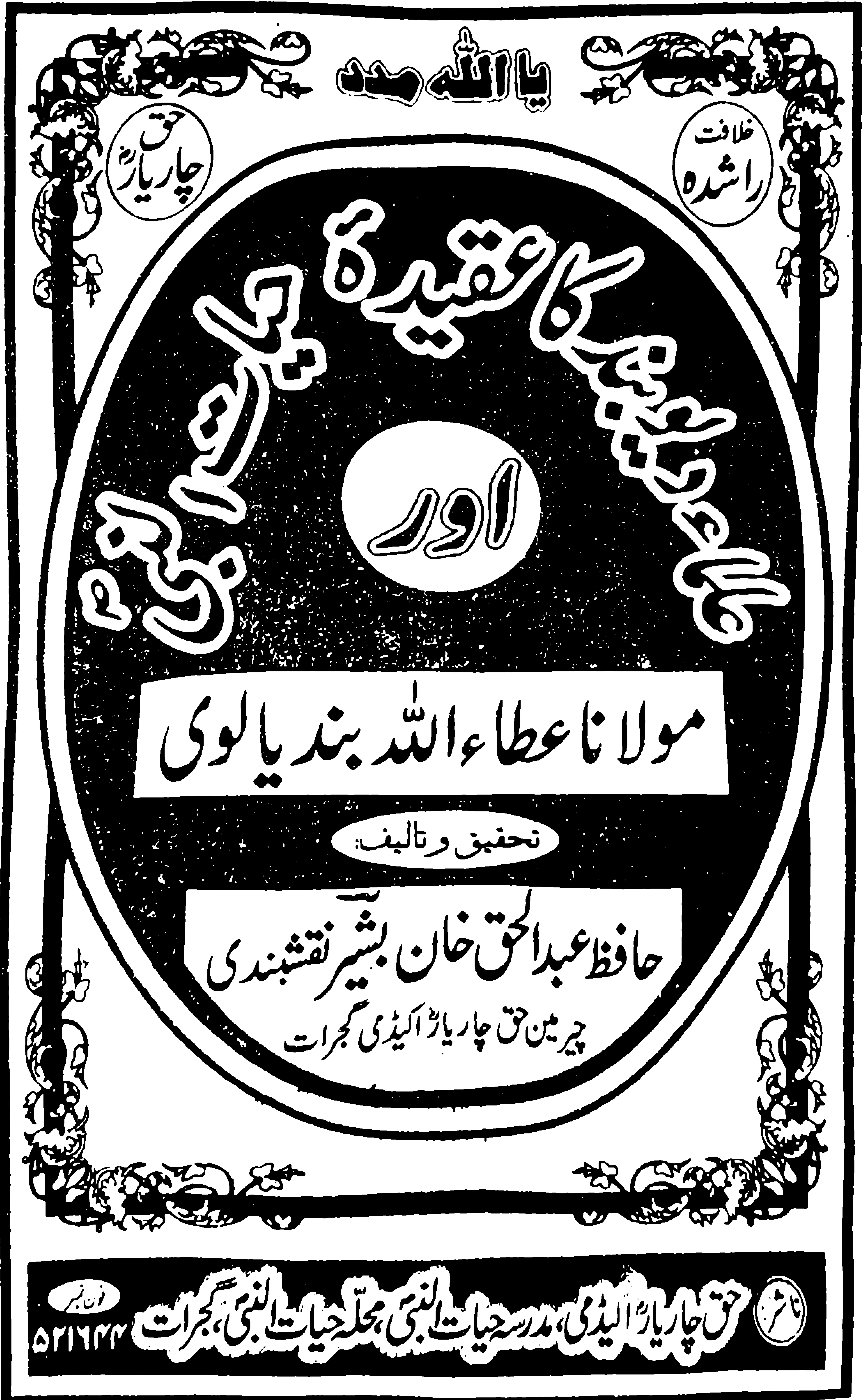

یا اللہ مدد
خلافت راشدہ
حق چار یارؓ
علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبیؐ
اور
مولانا عطاء اللہ بندیالوی
تحقیق و تالیف:
حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی
چیرمین حق چار یارؓ اکیڈمی گجرات
ناشر: حق چار یارؓ اکیڈمی، مدرسہ حیات النبیؐ محلہ حیات النبیؐ گجرات
فون نمبر
۵۲۱۶۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی مدظلہم گجرات

جماعت اشاعت التوحید کے نامور رہنما جناب مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے ایک رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' کے نام پر شائع فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نے اکتوبر ۲۰۰۲ء میں اس کا جواب ''اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے فریب وفراڈ'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ آپ کا یہ رسالہ ایسا مقبول ہوا کہ بہت جلد اس کا ایڈیشن اوّل نکل گیا۔ اسے پڑھ کر بعض بڑے حضرات نے مشورہ دیا کہ اس کا نام بدل دیا جائے۔ چنانچہ دوبارہ اسے ''علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ دوسرے ایڈیشن میں ترمیم واضافہ اور لفظی ردوبدل بھی کیا گیا۔ اس مجموعہ میں مؤخر الذکر ایڈیشن ثانی کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے نام جنہوں نے تادم آخر عقائد اہل سنت اور مسلک علماء دیوبند کا بھرپور تحفظ کیا جنہیں بندہ ناچیز کی تقریر، تحریر اور تحقیق پر پورا اعتماد تھا۔ زیر نظر کتاب کا مکمل مسودہ ان کی تحقیقی وتنقیدی نظر سے گزرا اور ان کی اجازت وتائید کے بعد طبع ہوا اور اب میں اپنی تحریر وتحقیق کے سلسلہ میں ان کی طرف سے اصلاح وتائید کی سعادت سے محروم ہو چکا۔ لیکن ان کے اصول وافکار ہمیشہ میرے لئے مشعل راہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو باغ بہشت میں پیغمبر برحق اور اصحاب نبوت کی صحبت ومعیت سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین!

عبدالحق خان بشیر

رسائل کے تبصرے

زیر نظر کتاب پہلی اشاعت کے بعد ہم نے ملک بھر کے مختلف رسائل کو تبصرے کے لئے بھیجی۔ ان میں فریق مخالف کے تین رسائل ''ماہنامہ نغمہ توحید گجرات''، ''ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی'' اور ''ماہنامہ التوحید والسنۃ پنج پیر'' بھی شامل ہیں۔ لیکن ان تینوں رسائل نے اس پر تبصرہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ حالانکہ کتاب کی وصولی کے بعد اس پر مثبت یا منفی تبصرہ ایک شرعی واخلاقی فریضہ قرار پاتا ہے۔ بہرحال جن رسائل نے اس پر تبصرے کئے وہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ماہنامہ الخیر ملتان (شمارہ اپریل ۲۰۰۳ء)

مذکورہ بالا رسالہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ رسالہ میں بندیالوی صاحب کی غلط بیانیوں اور تلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

(۲) ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ (شمارہ جنوری ۲۰۰۳ء)

مولانا عبدالحق خان بشیر نے اس کتابچہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبور کے بارے میں علماء دیوبند کے مسلک کی باحوالہ وضاحت کی ہے اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک رسالہ کا جواب دیا ہے جس میں انہوں نے حیات انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں علماء دیوبند سے مختلف موقف پیش کیا ہے۔

(۳) ماہنامہ نصرت العلوم گوجرانوالہ (شمارہ جنوری ۲۰۰۳ء)

زیر تبصرہ کتاب کا موضوع اس کے طویل نام سے عیاں ہے، مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی چیئرمین حق چار یار اکیڈمی، فاضل مدرسہ نصرت العلوم، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے صاحبزادے اور قائد اہلسنت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی کے داماد ہیں۔ موصوف ایک جید عالم دین، وسیع المطالعہ اور کہنہ مشق مصنف، صاحب طرز خطیب اور شعلہ نوا مقرر بھی ہیں۔ فرق باطلہ کے رد میں لکھی گئی آپ کی کئی تصنیفات اہل علم اور عوام الناس میں یکساں مقبول ہیں۔ آپ کا شستہ اور سہل انداز تحریر قارئین کے لئے مسائل کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ رسالہ دراصل مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک رسالہ "حیات النبی ﷺ" کا رد ہے جس میں ان کے بیان کردہ پچاس دعوؤں کا دلائل سے رد کیا گیا ہے۔ بندیالوی صاحب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے مرکزی راہنما ہیں اور اتفاق سے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کے منکر ہونے کے ساتھ ساتھ یزیدی بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے اس رسالہ میں امت کے اجماعی عقیدہ حیات النبی ﷺ کا رد کیا ہے۔ ان کی پارٹی میں ان کے اس رسالہ کو لاجواب سمجھا جا رہا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے نومولود عقیدہ فاسدہ کو درست ثابت کرنے کے لئے ہر حربہ شنیعہ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ زیر تبصرہ رسالہ میں ان کے تمام مکروہ عزائم کا پردہ چاک کر دیا گیا ہے۔ علماء کرام، طلباء عظام اور عوام الناس کے لئے یہ رسالہ معلومات افزاء ہے۔

(۴) ماہنامہ البلاغ کراچی (شمار نومبر ۲۰۰۳ء)

عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام جمہور امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس کی تائید میں اب تک چھوٹی بڑی متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے "حیات النبی" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں موصوف نے اکابر کی مختلف عبارتوں اور چند دیگر دلائل سے بزعم خویش مذکورہ عقیدے کے خلاف نظریہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

زیر تبصرہ مجموعے میں اسی رسالہ کا رد لکھا گیا ہے اور خاصے جاندار انداز میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اکابر کی مذکورہ عبارتوں میں وہ بات ہرگز موجود نہیں ہے جسے بندیالوی صاحب موصوف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ نیز بتایا گیا ہے کہ مذکورہ رسالے کے مؤلف نے سلف کی عبارتوں کو توڑ موڑ کر اپنا غلط مدعا ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی ہے اور اس معاملے میں موصوف دیانت وامانت کا دامن بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہماری رائے میں بھی زیر نظر رسالے کے فاضل مؤلف کا یہ خیال درست ہے۔

جن قارئین نے مولانا عطاء اللہ بندیالوی کا رسالہ پڑھا ہے انہیں اس رسالے کا بھی ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ البتہ رسالے کا نام اور انداز تحریر جارحانہ ہے۔ جس میں طعن و تشنیع کا عنصر طبیعت پر بڑا گراں گزر رہا ہے۔ دعوت دین کا کام کرنے والے اگر ہمدردی کا پیغمبرانہ اسلوب اختیار کریں تو اس کے انفع ہونے کی زیادہ توقع ہے۔

(۵) ماہنامہ انوار مدینہ لاہور (شمارہ جولائی ۲۰۰۳ء)

اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔" اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کا بھی یہی عقیدہ ہے جو ان کی کتابوں میں موجود ہے بالخصوص "المہند علی المفند" جو اکابر دیوبند کے عقائد کی اجماعی دستاویز ہے اس میں بھی یہ عقیدہ موجود ہے۔ بدقسمتی سے کچھ لوگ جو اپنے آپ کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایسی ایسی

باتیں کرتے ہیں جن سے سلب ایمان کا خطرہ ہونے لگتا ہے اپنے نظریات کو اپنے مزعومہ دلائل کی بنیاد پر لوگوں پر ٹھونسنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں اگر انہیں دجل وتلبیس سے کام لینا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ حال ہی میں ان کے ایک پر جوش واعظ کے قلم سے ایک کتاب ''حیات النبی ﷺ'' کے نام سے شائع ہوئی ہے نام تو کتاب کا انہوں نے حیات النبی ﷺ رکھا ہے۔ لیکن کتاب ساری کی ساری انکار حیات النبی پر مشتمل ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں انتہائی دجل وتلبیس سے کام لے کر سادہ لوح عوام کو بہکانے کی کوشش کی ہے۔ کچھ عرصہ سے یہ کتاب ان کے حلقہ میں لاجواب سمجھی جارہی تھی۔ اللہ بھلا کرے مولانا عبدالحق بشیر صاحب خلف الرشید امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم کا کہ آپ نے اس کتاب کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی موروثی لیاقت سے کام لیتے ہوئے مصنف کے دجل وتلبیس کو طشت از بام اور عقیدہ حیات النبی ﷺ پر مصنف کی ڈالی ہوئی گرد کو صاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے بروقت حق کا دفاع کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کو ان کے فریب کا شکار ہونے سے بچالیا۔ منکرین حیات النبی ﷺ کے دلائل سے فریب خوردہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کو دیدہ بصیرت سے پڑھیں تاکہ ان پر راہ ہدایت واضح ہو سکے۔

(۶) ماہنامہ لولاک ملتان (شمارہ اپریل ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر برصغیر کے علماء کے سرخیل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ کے خلیفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے علوم کے وارث ہیں۔ دو اکابر کی تعلیم وتربیت نے ان کو کندن بنا دیا ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ فریق ثانی کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہوئے اسے تار تار کر دیتے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے ایک رسالہ تحریر کیا اور اپنے عقیدہ و موقف انکار حیات النبی ﷺ کو بیان کیا۔ مولانا عبدالحق بشیر اس رسالہ کے جواب کے درپے ہوئے تو یہ رسالہ تیار ہو گیا۔ خوب اور مضبوط گرفت ہے۔ مولانا عبدالحق خان چونکہ نسلاً سواتی پٹھان ہیں۔ اس لئے فریق ثانی کو جواب دینے میں بمباری سے کام لیتے ہیں جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے۔ ویسے بھی انتہا پسندی کے جواب میں شدت وغلظت ایک فطری امر ہے۔ لیکن ''واغلظ'' تو صرف کفار کے لئے ہے۔ علمی معلومات اور اس عنوان پر واقعاتی مباحث قابل قدر وقابل فخر ہیں۔ فریقین علمی اختلاف کو باہمی احترام اور قوت استدلال سے بیان کریں تو نفع ہوگا۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے۔ تاہم اس میں بھی پہل مولانا بندیالوی کی ہے۔ اس لئے مولانا عبدالحق خان معذور مانے جائیں گے۔

رائے گرامی

(ترجمان احناف حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب اثری مدظلہ فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر مکرم حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی! برادرم! میں ابھی آپ کے اسی احسان کا شکریہ ادا نہیں کر پایا تھا کہ آپ نے خط وکتابت میں پہل کر کے محدث وقت، محقق دوراں حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ کے خاندان کے ساتھ ربط کا شرف بخشا ساتھ ہی آپ نے ''ماہنامہ حق چار یار'' میرے نام جاری فرما کر بہت بڑا اعزاز عطا فرمایا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ کن الفاظ کے ساتھ آپ کا

شکریہ ادا کروں کہ آپ نے اپنی دو عظیم القدر تصانیف بھیج کر انتہائی ذرہ نوازی فرمائی اور ساتھ ہی اظہار رائے کا حکم فرما کر عزت افزائی فرمائی۔ کیا میں اور کیا میری رائے ''من آنم کہ من دانم'' رسالہ مسئلہ حیات النبی ﷺ تو ایک ہی مجلس میں مکمل پڑھ کر سویا چونکہ ہمارے یہاں یہ مسئلہ باقاعدہ طور پر کبھی نہیں چلا (تحصیل سمندری میں) اس لئے میں نے اس مسئلہ پر مکمل بحث پہلی دفعہ آپ ہی کے رسالہ میں پڑھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ایک بنیادی عقیدہ کے لئے مجھے مواد فراہم کیا اور توجہ دلائی اللہ تعالیٰ قبول فرما کر مسلک حقہ کی مزید تائید وخدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ رہا مسئلہ تراویح تو مکمل فہرست اور بعض مقامات دیکھ کر میں نے مسئلہ تراویح پر لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ حالانکہ میرے پاس کم از کم پانچ مسودے مکمل ونامکمل حالت میں پڑے ہیں۔ جنہیں میں بہت جلد ایک مسودہ کی شکل میں مکمل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ ماشاءاللہ آپ نے مسئلہ کے ہر پہلو پر مالامزید علیہ سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر نافع خلائق بنائے۔ تراویح سے متعلق غیر مقلدین کے مذاہب دیکھ کر تو میں جھوم ہی گیا۔ کیا اچھوتا عنوان ہے اگر اس کے بعد بھی وہ ہمارے ساتھ ٹکراتے ہیں تو دنیا میں ان جیسا ڈھیٹ کوئی نہیں ہے اور ہمارے نوجوانوں جیسا کم ہمت کوئی نہیں ہے۔ اگر تھوڑی سی ہمت کریں تو انہیں ناک آؤٹ کر سکتے ہیں۔ میں تو طلاق ثلاث کے مسئلہ پر ہی متعجب رہتا ہوں کہ اتنے بے مایہ اور امت سے الگ تھلگ ہونے کے باوجود وہ زندہ ہیں۔ اگر ہم ان کی جگہ ہوتے تو وہ ہمارا جینا دوبھر کر دیتے۔ یار اتنی شرافت بھی مناسب نہیں۔ والسلام! محتاج دعا ناچیز فقیر اللہ (ماموں کانجن)

رائے گرامی

(محقق اہل سنت حضرت مولانا منیر احمد صاحب استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

۱...... انبیاء علیہم السلام کی اس عالم دنیا میں موت برحق ہے اس کا آج تک کسی نے انکار نے کیا ''انک میت وانھم میتون، اموات غیر احیاء، کل نفس ذائقة الموت، اللہ یتوفی الانفس حین موتھا'' وغیرہ آیات اور ''اللھم الرفیق الاعلٰی'' جیسی احادیث میں اسی موت کا ذکر ہے۔ عالم دنیا والی اس موت کے اعتبار سے موت اور اموات کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال ہوا ہے اور اسی عالم دنیا والی موت کی وجہ سے ان کا کفن ودفن ہوا۔ اسی موت کی وجہ سے ان کے اجسام مقدسہ کو ان کی قبور مبارکہ میں مدفون کیا گیا۔

۲...... انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ لآن کما کان ان کی قبور منورہ میں محفوظ ومعطر ہیں۔

۳...... انبیاء علیہم السلام اور سب بنی آدم کی ارواح بعد از موت اپنے اپنے مستقر میں زندہ ہیں۔

۴...... انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا ان کے عنصری، اصلی، دنیوی اجسام مطہرہ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے اجسام دنیویہ عنصریہ اصلیہ میں حیات کا عقیدہ متفق علیہ ہے۔ البتہ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک روح کا جسم کے ساتھ تعلق انعکاسی ہے جب کہ بعض سلف کے نزدیک یہ تعلق اتصالی ہے تاہم روح وجسم کے درمیان تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے حیات کا عقیدہ اجماعی ہے۔ اہلسنت والجماعت میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

۵...... چونکہ انبیاء علیہم السلام کو یہ حیات اپنی قبور میں حاصل ہے اور قبر عالم برزخ کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے اس حیات کو

حیات برزخی کہا جاتا ہے اور چونکہ قبر میں وہی اصلی دنیوی جسم زندہ ہے۔اس لئے اس حیات کو حیات دنیویہ یا حیات دنیویہ کے مشابہ حیات یا حیات حسی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ عالم برزخ میں احوال و کیفیات کا ورود اور راحت و تکلیف کا تعلق اوّلاً روح کے ساتھ اور روح کے واسطہ سے جسم کے ساتھ ہوتا ہے تو اس حیات کو حیات روحانی کہہ دیا جاتا ہے۔پس معنون ایک ہے اس کے عنوانات کئی ہیں۔معبر ایک ہے مختلف اعتبارات کی وجہ سے اس کی تعبیرات مختلف ہیں۔

۶ اس حیات کی وجہ سے نبی پاک ﷺ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام بذات خود سنتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔

۷...... انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا سنہری، سنی عقیدہ قرآن کریم کی آیات شہداء سے دلالۃ النص کے طور پر اور احادیث مبارکہ سے عبارۃ النص کے طور پر ثابت ہے۔ نیز عذاب قبر کی ۵۰ سے زیادہ آیات اور سینکڑوں احادیث مبارکہ سے بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ کیونکہ عذاب کی تعریف ہے ایصال الالم لحی علی سبیل الھوان (زندہ آدمی کو تکلیف پہنچانا ذلیل کرنے کے طریقہ پر) جب عذاب قبر کی ان نصوص سے عام لوگوں کا زندہ ہونا ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۸...... خود لفظ نبی حیات فی القبر کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ نبی وہ ہوتا ہے جس کے لئے وصف نبوت ثابت ہو اور نبوت زندہ کے لئے ثابت ہوتی ہے مردہ کے لئے نہیں اور انبیاء علیہم السلام جیسا کہ اپنی دنیوی تکلیفی زندگی میں وصف نبوت کے ساتھ متصف تھے دنیوی موت کے بعد بھی اسی طرح متصف ہیں اور جیسے دنیا کی کھلی زندگی میں ان کی نبوت پر ایمان لانا فرض تھا ایسے ہی اب بھی ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کو قبور میں زندہ تسلیم کیا جائے۔پس انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا انکار، انکار نبوت کو مستلزم ہے۔

۹...... وصال نبوی کے موقع پر دو چیزوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ایک عالم دنیا میں نبی پاک ﷺ کی وفات پر دوسرا حیات فی القبر پر۔اس لئے حیات فی القبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے۔

۱۰...... جو شخص انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا منکر ہے وہ اہلسنت والجماعت کے چار اجماعی عقائد کا منکر ہے:

(الف) انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا عقیدہ (ب) نبی پاک ﷺ کی قبر اطہر کے پاس پڑھے گئے درود وسلام کے سماع کا عقیدہ (ج) عذاب قبر اور ثواب قبر کا عقیدہ (د) قبر میں سوال و جواب کا عقیدہ۔لہٰذا ایسا شخص ان اجماعی عقائد کے انکار کی وجہ سے اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اس کی اقتداء میں نماز ناجائز ہے اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ واجب ہے۔

۱۱...... عالم دنیا اور عالم برزخ کے دو جہاں جیسے مختلف ہیں ایسے ہی ان کے احوال بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق کی بدترین قسم ہے۔اوّل عالم محسوس اور عالم مشاہدہ ہے جب کہ عالم برزخ عالم غیب ہے، برزخ کا معنی ہے پردہ اس کے احوال بھی زیر پردہ ہیں۔لہٰذا اس جہان کے حقائق و احوال کو ایمان بالغیب کی قوۃ سے مانا جا سکتا ہے۔ عالم دنیا پر قیاس کر کے اپنے دنیوی حواس کے تحت لا کر نہیں مانا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ولکن لا تشعرون'' پس حیات فی القبر کا عقیدہ، سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر کا عقیدہ، ثواب وعذاب قبر کا عقیدہ، قبر میں سوال و جواب کے حق ہونے کا عقیدہ وہی رکھ سکتا ہے جس کو ایمان بالغیب نصیب ہے۔

۱۲...... اس وقت حیات فی القبر کے عظیم مسئلہ کے حوالہ سے چار قسم کے لوگ ہیں۔ایک وہ جو علی الاعلان حیات

فی القبر کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو شرک اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو در حقیقت حیات فی القبر کے منکر ہیں۔ لیکن دھوکہ دینے کے لئے ذومعنی جملے بول کر اپنے انکار حیات فی القبر یا اپنے غلیظ عقیدہ ممات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرے وہ حضرات ہیں جو علی الاعلان انبیاء علیہم السلام کی حیات کے مبارک عقیدے کو اہلسنت والجماعت دیوبندی ہونے کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اور اس عقیدے کا تحفظ بہر حال ضروری سمجھتے ہیں اور وہ تحریراً اور تقریراً تحفظ کر رہے ہیں۔ چوتھے وہ لوگ ہیں جو خود تو حیات فی القبر کے قائل ہیں لیکن وہ اس مسئلہ کو اتنا اہم نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ اس مسئلہ اہمیت کم کر کے منکرین حیات کے ذومعنی جملے نقل کر کے نیز ان کی تعریف کر کے اور عقیدہ حیات کے محافظ علماء کے بارے میں نفرت پیدا کر کے غیر شعوری طور پر عقیدہ ممات کے لئے فضا ہموار کرتے ہیں۔

اس کے باوجود علماء حق تمام عقائد حقہ کے ساتھ اس عظیم عقیدے کے تحفظ کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور قدم قدم پر ان کی مدد فرمائے۔ اس قافلہ حق کی ایک اہم شخصیت، عظیم باپ کے عظیم فرزند حضرت علامہ مولانا عبدالحق خان بشیر ہیں۔ ان کا تالیف کردہ رسالہ ''اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کا فریب وفراڈ'' نظر نواز ہوا۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر نہایت جامع، محققانہ، عام فہم رسالہ ہے جو ''بقامت کہتر و بقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔

بندیالوی صاحب نے اکابرین دیوبند کے نام فریب وفراڈ کی انتہاء کر دی۔ لیکن حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر زید مجدہ نے بھی ان کے فریب وفراڈ کا پردہ چاک کر کے حقیقت نمائی کا حق ادا کر دیا ہے۔ قرآن وحدیث سے تو ان لوگوں کا دامن خالی تھا ہی اس رسالے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ ان کو اکابر دیوبند کی ہمنوائی بھی نصیب نہیں۔ ان کا اپنے آپ کو دیوبندی کہنا ایسے ہے جیسے منکرین قرآن (پرویزی فرقہ) اپنے کو اہل قرآن اور منکرین حدیث (غیر مقلدین) اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اس رسالہ کا ہر سنی کے پاس ہونا ضروری ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبولیت تامہ عطا فرما کر مولانا موصوف کے لئے نجات کا، اہل سنت والجماعت کے لیے، استقامت کا اور اہل بدعت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین!

فقط والسلام

منیر احمد غفرلہ

(خادم الطلبہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں علماء دیوبند کی پہلی اجماعی دستاویز

(المہند علی المفند)

مؤلفہ: فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی سیاسی شکست کے بعد فرنگی سامراج نے ایک طرف تو وحشت و بربریت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ہزاروں علماء کرام کو موت اور عبور دریائے شور کی خوفناک سزائے دے ڈالیں اور دوسری طرف جہاد وحریت کا ذوق وجذبہ رکھنے والے علماء حق کے خلاف تین محاذوں پر مذہبی ڈپلومیسی کا بازار گرم کر دیا۔

۱...... برصغیر کے اندر صدیوں سے اشاعت وحفاظت اسلام کا فریضہ سرانجام دینے والے علماء احناف کے خلاف غیر مقلدیت کا محاذ قائم کیا گیا۔ جس کے ذریعہ اسلاف امت پر عدم اعتماد اور بعض فقہی مسائل میں بے جا شدت پیدا کر کے مسلمانان برصغیر کی وحدت پارہ پارہ کر دی گئی۔

۲...... مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو مجروح کرنے اور امت مسلمہ کو برطانوی اقتدار کے سامنے سرنگوں کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا گیا۔ جس کے ذریعہ اجماعی، اسلامی تعلیمات کو مشتبہ بنانے کی مذموم سازش کی گئی۔

۳...... علماء حق کی علمی و جہادی حیثیت کو غیر مؤثر کرنے کے لئے مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ذریعہ علماء دیوبند کے خلاف تکفیر کا فتنہ برپا کیا گیا تا کہ ان علماء حق کی انگریز دشمن جہادی سرگرمیوں کو روکا جاسکے۔

چنانچہ آج سے ایک صدی قبل ۱۳۲۵ھ میں مولوی احمد رضا خان بریلوی نے حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارن پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی (رحمہم اللہ) جیسے پاکبازان امت کی عبارات میں قطع و برید کر کے اور اپنے خانہ ساز مفہوم کا حاشیہ دے کر ان پر فتویٰ کفر دے دیا۔ جو "حسام الحرمین" کے نام سے طبع ہوا۔ جس پر خان صاحب بریلوی نے خفیہ و شاطرانہ طریقہ سے علماء حرمین الشریفین کے دستخط بھی لے لئے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو اس بھونڈی کارروائی کا علم ہوا تو انہوں نے علماء حرمین الشریفین کو خان صاحب بریلوی کے مکر و فریب سے آگاہ کیا۔ اس پر علماء حرمین الشریفین نے علماء دیوبند کے عقائد و نظریات کی اصل حقیقت جاننے کے لئے ۲۶ سوالات ارسال کئے۔ چنانچہ فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ نے ان کا جواب لکھا۔ جس پر اس وقت کے جید علماء دیوبند کے علاوہ علماء حرمین الشریفین اور علماء مصر و شام نے تائیدی دستخط تحریر فرمائے۔ یہ جواب "المہند علی المفند" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے اندر پانچواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔

پانچواں سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "انباہ الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا ہے۔ بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام "آب حیات" ہے۔

المہند پر دستخط کرنے والے علماء

(۱) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۲) حضرت مولانا میر احمد حسن امروہی (۳) مفتی اعظم حضرت

مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی (۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۵) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری (۶) حضرت مولانا محمد احمد قاسمی (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) (۷) حضرت مولانا غلام رسول صاحب (مدرس دارالعلوم دیوبند) (۸) فقیہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (۹) حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (۱۰) حضرت مولانا محمد یحییٰ سہارن پوری (۱۱) حضرت مولانا محمد سہول (رحمۃ اللہ علیہم) سمیت ۲۴، اکابر علماء نے اس پر تائیدی دستخط فرمائے۔ پاکستان میں یہ کتاب قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دس صفحات پر مشتمل "تعارفی مضمون" کے ساتھ خطیب اہل سنت حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے (۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء) میں شائع فرمائی۔

تصدیقات جدیدہ

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی طرف سے "انکار حیات النبی ﷺ" کی از سر نو اٹھائی گئی تحریک کے بعد فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "المہند علی المفند" پر جدید علماء دیوبند کی تصدیقات کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے عقائد علماء دیوبند کا خلاصہ مرتب فرمایا اور اس پر درج ذیل ۳۷ جید علماء دیوبند نے تائیدی دستخط ثبت فرمائے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب "المہند علی المفند" تمام علماء دیوبند کی ایک اجماعی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

- ☆ ...... حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ ملتان
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سکھر
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد انور انوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا سید حامد میاں لاہور
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھا
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ملتان
- ☆ ...... حضرت مولانا عبدالحیٔ شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ
- ☆ ...... حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا عبدالحق نافع رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کبیر والا
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کراچی
- ☆ ...... حضرت مولانا فیض احمد ملتان
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کراچی
- ☆ ...... حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ملتان
- ☆ ...... حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا علی محمد صاحب کبیر والا
- ☆ ...... حضرت مولانا سید صادق حسین شہید جھنگ
- ☆ ...... حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ ٹنڈوالہ یار
- ☆ ...... حضرت مولانا مفتی محمد فرید اکوڑہ خٹک
- ☆ ...... حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ...... حضرت مولانا فضل غنی رحمۃ اللہ علیہ بنوں
- ☆ ...... حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آباد

بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں کہ: (۱) کیا یہ تمام علماء دیوبند (العیاذ باللہ تعالیٰ) اندھے اور بے شعور تھے کہ انہوں نے عبارت پڑھے اور سمجھے بغیر اس پر دستخط کر دیئے؟ (۲) کیا یہ تمام علماء دیوبند (العیاذ باللہ تعالیٰ) جاہل تھے کہ انہیں دستخط کرتے وقت اہل سنت کے اصل عقیدے کا علم بھی نہ ہو سکا؟ (۳) کیا یہ تمام علماء دیوبند (العیاذ باللہ تعالیٰ) روافض کی طرح تقیہ باز تھے کہ وقتی مصلحت کی بنا پر انہوں نے غلط عقیدہ پر دستخط کر دیئے؟

۴...... کیا یہ تمام علماء دیوبند (العیاذ باللہ تعالیٰ) بزدل تھے کہ انہوں نے استقامت وعزیمت کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے کمزوری وغیر مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا؟

۵...... اور کیا ان علماء دیوبند کی اجماعی فکری کاوشوں سے الگ رہ کر صراط مستقیم پر قائم رہا جا سکتا ہے؟ بندیالوی صاحب! غور فرمائیں اور اپنے علیحدگی پسندانہ طرز فکر کو بدل کر خود کو اسلاف کے اجماعی ومتواتر فکری دھارے سے جوڑیں اور امت کو اسلاف کے دامن تحقیق سے کاٹ کر قرآن وسنت سے دوری کا سامان فراہم نہ کریں۔ خدا تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں علماء دیوبند کی دوسری اجماعی دستاویز

(تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور)

مؤلفہ امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

۱۹۵۸ء کے قریب جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے ''عقیدہ حیات النبی'' سے انکار کو اپنی تقریر کا موضوع بنا لیا۔ دیوبندی حلقے اس فکر جدید سے قطعاً غیر مانوس تھے۔ لہٰذا عوام کو اس نئی گمراہ سے بچانے کے لئے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (نے خود اور ان) کے حکم پر حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں شاہ صاحب کو نشانہ بنائے بغیر اس عقیدہ کی وضاحت فرمادی کہ اسلاف دیوبند، انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی قبور مبارکہ میں روح مع الجسد زندہ مانتے ہیں اور عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس پر شاہ صاحب نے برہمی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ جامعہ کے میزبانوں کی طرف سے اسی موقع پر علماء کی ایک محفل سجالی گئی۔ تا کہ شاہ صاحب کو ''مسلک دیوبند'' سمجھایا جا سکے۔ لیکن شاہ نے مسلک دیوبند قبول کرنے کی بجائے اس مسئلہ کو اپنی عزت نفس کا مسئلہ بنا لیا اور پورے ملک میں تقریر کے لئے مستقل یہی عنوان اختیار کر لیا۔

تصفیہ کی پہلی ناکام کوشش

مسلک دیوبند کی وحدت پارہ پارہ ہوتے دیکھ کر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸، ۱۹/جون ۱۹۶۰ء کو اپنے مرکز شیرانوالہ دروزہ لاہور میں فریقین کے چیدہ چیدہ علماء کا ایک خاص اجلاس طلب فرما لیا۔ تا کہ افہام وتفہیم کے ذریعہ اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش کیا جا سکے۔ لیکن شاہ صاحب اور ان کے رفقاء، اس خالص افہام تفہیم کی مجلس کو مناظرانہ ومجادلانہ رنگ دینے کے لئے مختلف علاقوں سے عام لوگوں کی بسیں بھر کر لے گئے۔ جس کی وجہ سے تصفیہ کی یہ پہلی کوشش ناکام ہو کر رہ گئی۔

تصفیہ کی دوسری ناکام کوشش

اس کے بعد ملک بھر میں جنگ وجدل کا بازار گرم ہوگیا تو ایک بار پھر چند اکابر نے مصالحت کی کوششیں شروع کردیں۔ چنانچہ ۵رجنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر کے اندر فریقین کا اجتماع ہوا۔ جس میں فریقین نے متفقہ طور پر حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ثالث تسلیم کیا اور ثالثوں نے اس مقصد کے لئے ۱۷، ۱۸رجنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر میں فریقین کو طلب کرلیا۔ اتفاقاً ان تاریخوں میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کرلئے گئے اور سکھر کا اجتماع مؤخر ہوگیا۔ اس کے بعد ثالثوں نے اپنی سہولت کے لئے فریقین سے تحریری مؤقف طلب کرلئے تاکہ ان کی روشنی میں وجہ اختلاف تک رسائی آسان ہوسکے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تحریری مؤقف ارسال کردیا۔ لیکن شاہ صاحب نے اپنا مؤقف ونظریہ تحریری طور پر دینے سے انکار کردیا۔ جس کی وجہ سے مصالحت کی یہ دوسری کوشش بھی ناکام ہوکر رہ گئی۔

تصفیہ کی تیسری ناکام کوشش

اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب دیوبند سے پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے بھی فریقین کے درمیان مصالحت کی کوششیں شروع کردیں۔ چنانچہ ۲۲رجون ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی کے اجلاس میں انہوں نے درج ذیل تحریر فریقین کے سامنے رکھی۔ ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

اس تحریر پر حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے دستخط ثبت فرمائے۔

(نوٹ) اجلاس راولپنڈی کی مذکورہ تمام کارروائی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون بعنوان ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چارسالہ نزاع کا خاتمہ'' میں تحریر فرمادی ہے جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند (ستمبر ۱۹۶۲ء) اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی (اگست ۱۹۶۲ء) میں شائع ہوچکا ہے۔

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نہ مذکورہ اجلاس میں شریک ہوئے اور نہ مذکورہ تحریر پر انہوں نے دستخط فرمائے۔ جس کی وجہ سے حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارہ میں درج ذیل تحریر علیحدہ لکھ کردی۔

''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کردیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارہ میں ان کو مدد نہ دیں گے۔ نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ، لاشئی غلام اللہ خان ۲۲رجون ۱۹۶۲ء'' (بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۵)

البتہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب ؒ چونکہ اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اپنے ''عقیدہ حیات النبی'' کی وضاحت فرما چکے تھے۔ اس لئے مذکورہ تحریر پر ان کے دستخط کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ چنانچہ مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ ''اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کی مسلمہ سمجھا جائے۔'' (ایضاً ص ۱۵)

اس اعتبار سے گویا جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے تین ذمہ دار حضرات (مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب ؒ) عقیدہ حیات النبی ﷺ کی مذکورہ تحریر پر متفق تھے۔ لیکن بدقسمتی سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کے بعض شدت پسند رفقاء اس سے اتفاق نہ کر سکے اور اس طرح مصالحت کی یہ تیسری کوشش بھی ناکام ہو کر رہ گئی۔

جمعیت علماء اسلام کا فیصلہ اور تسکین الصدور کی تالیف

افہام تفہیم کے ذریعہ جب مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو چکیں اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، اپنی جماعت کے مرکزی امیر (حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب ؒ) اور ناظم اعلیٰ (حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب ؒ) کی تائیدی تحریر بھی مسترد کر چکے تو اکابر دیوبند نے مصالحت کی جملہ کوششیں ترک کر کے ''مسلک دیوبند'' کو شاہ صاحب کے پیدا کردہ شکوک وشبہات سے بچانے اور قرآن وسنت واجماع امت کی روشنی میں اسے واضح و آشکارا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ۴ راگست ۱۹۶۲ء کو جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کی تحریک اور دیگر علماء کی تائید سے امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کو منتخب کیا گیا کہ وہ قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں دلائل وبراہین کے ساتھ مسلک دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کو واضح کریں۔ چنانچہ جمعیت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق حضرت امام اہل سنت نے ''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور'' تالیف فرمائی۔ جسے اکابرین جمعیت کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا گیا اور پھر درج ذیل اکابر علماء نے اس پر تصدیقات فرمائیں۔

حضرت مولانا فخر الدین احمد (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند)، امام فن اسماء الرجال حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی (انڈیا)، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری (جامعہ خیر المدارس ملتان)، حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، حضرت وملانا عبدالخالق صاحب مظفر گڑھ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ (سراجیہ کندیاں شریف)، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی، فخر سرحد حضرت مولانا سید گل بادشاہ، حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی،

حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھا، حضرت مولانا نذیر اللہ خان گجرات، مفکر اسلام قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی) قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتان، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ساہیوال۔ (رحمہم اللہ)

اس اعتبار سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں یہ کتاب اکابرین علماء دیوبند کی دوسری اجماعی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس پر اس وقت کے تقریباً تمام قابل ذکر اکابر علماء کی تصدیقات آچکی ہیں۔

کیا بندیالوی صاحب دیوبندیت کا دعویٰ رکھتے ہوئے ان تمام اکابر کو جھٹلانے کا حوصلہ کرسکیں گے؟ اور ان اکابر کو جھٹلا کر خود دیوبندی مسلک میں شامل رہ سکیں گے؟ اور کیا وہ اپنے مسلک کی کوئی ایسی کتاب پیش کرسکیں گے جس پر ایسے جید علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہوں؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین! (حافظ عبدالحق خان بشیر)

(استفتاء نمبر ۱۹۹۸ء) (فتویٰ دارالعلوم دیوبند)

نبی اکرم ﷺ کو اپنے مزار میں حیات نہ ماننے والا بدعتی ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے

یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود و سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں، کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا!

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (الحدیث)

''وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ وسندہ جید'' (القول البدیع ص ۱۱۶) ''عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم یصلون'' (رواہ ابن عدی والبیہقی وغیرہما، شفاء السقام ص ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کردی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل سنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! کتبہ السید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند (۱۳/۵/۷۶ھ) مہر دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۱۲ رشوال ۷۶ ۱۳ھ

اجاب المجیب واجاد: محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صواب: محمد رسول خان (ہزاروی) عفا اللہ عنہ

دیباچہ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

برادران اہل سنت والجماعت! کچھ عرصہ سے جمعیت اشاعت التوحید کے مرکزی راہنما اور ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راولپنڈی کے مدیر مولانا عطاء اللہ بندیالوی کا مؤلفہ ایک رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' عوامی حلقوں میں اس پراپیگنڈہ کے ساتھ گردش کررہا ہے کہ یہ ایک لاجواب رسالہ ہے جس کا جواب کسی سے ممکن نہیں۔ ہمیں بھی جستجو ہوئی اور ایک مہربان کے ذریعے سے مذکورہ رسالہ حاصل کیا۔ رسالہ اوّل تا آخر دیکھنے کے بعد محسوس ہوا کہ اس میں طرز تحریر کے سوا بندیالوی صاحب کا اپنا تو کچھ بھی نہیں۔ صرف اپنے جماعتی ونظریاتی پیشواؤں کے مطبوعہ لٹریچر سے چند حوالے سرقہ کرکے انہوں نے اپنی مارکیٹ ویلیو بڑھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن شومئ قسمت کہ یہ رسالہ ان کی مارکیٹ ویلیو میں اضافہ کرنے کی بجائے ان کے لئے ذلت ورسوائی کا باعث بن گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ لفاظی کے زور پر اختراعی عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کذب وافتراء کے اتنے کرتب اس قدر مختصر رسالہ میں کوئی ''پھتری'' ہی دکھا سکتا ہے اور بندیالوی صاحب کا شمار خیر سے ان پھتریوں میں ہوتا ہے جو یزیدی بھی ہیں یعنی کریلا، اور وہ بھی نیم چڑھا۔

انہیں نہ تو اسلاف دیوبند کی قرآنی وحدیثی تعلیمات پر اعتماد ہے اور نہ ان کی تاریخی تحقیقات پر۔ ہمارا خیال تھا کہ ان کی بزعم خویش لاجواب تحقیق کا بھانڈا پھوڑنے کا فیصلہ کرلیا تاکہ بندیالوی صاحب کی خوش فہمیوں کا غبارہ پھٹنے کی بجائے سکڑ ہی جائے تو بہتر ہے۔ اس خیال سے یہ چند سطور تحریر میں لائی گئی ہیں کہ بندیالوی صاحب کی تحقیق کی قلعی کھل جائے اور عوام ان کے کذب وافتراء سے محفوظ رہ سکیں اور خدا کرے کہ یہ چند صفحات ان کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بھی بن جائیں۔ آمین یارب العالمین!

دیباچہ طبع ثانی

محترم قارئین کرام! تقریباً ڈیڑھ سال قبل اکتوبر ۲۰۰۲ء میں ہمارا ایک رسالہ بنام ''اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے فریب وفراڈ'' شائع ہوا۔ جو بندیالوی صاحب کے اس رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' کا جواب ہے۔ جو ان کے نزدیک لاجواب تھا۔ ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ ان کے وضع کردہ مغالطات کا پوسٹ مارٹم کیا اور ثابت کیا کہ اسلاف امت کی سیاق وسباق سے محروم جن عبارات کا جو مفہوم بندیالوی صاحب نے پیش کیا ہے وہ نہ تو ان اسلاف کا مقصود ہے اور نہ ان کے مسلک وعقیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ یہ صرف بندیالوی صاحب کی غلط فہمی یا زبردستی ہے کہ وہ ان عبارات میں برزخ اور مسکن روح وغیرہ جملوں سے اپنا من پسند مفہوم ثابت کرنے پر مصر ہیں۔ ہمارے اور بندیالوی صاحب کے درمیان اصل اختلاف اموات کے اجسام حقیقیہ کے ساتھ تعلق ارواح کا ہے اور ہم نے یہ حقیقت ٹھوس دلائل کے ساتھ بے نقاب کی ہے کہ جملہ اسلاف اہل سنت برزخی حیات میں جسموں کے ساتھ روحوں کے تعلق کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ خواہ روحوں کا مسکن کوئی بھی ہو۔ لیکن بندیالوی صاحب جسموں کے ساتھ روحوں کے عدم تعلق کا نہ ثبوت فراہم کرسکے ہیں نہ ان شاء اللہ آئندہ کرسکیں گے۔

ہماری یہ زیر نظر کتاب بحمد اللہ تعالیٰ علمی وعوامی حلقوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں

اس کا مکمل ایڈیشن ختم ہو گیا اور ہر طرف سے اس کی مانگ جاری رہی۔ لیکن مسلسل صحت کی خرابی کی وجہ سے ہم اس کی طبع ثانی کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ اب کسی حد تک صحت بحال ہوئی تو ہم اس طرف متوجہ ہوئے اور نظر ثانی کے بعد متعدد اضافوں کے ساتھ کتاب کا ''دوسرا ایڈیشن'' پیش خدمت ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر جملہ مسلمانوں کی ہدایت ونجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین!

(نوٹ) زیر نظر کتاب کا مکمل مسودہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ملاحظہ فرما چکے تھے اور ان کی تائید واجازت کے بعد وہ شائع کی گئی۔ البتہ اس کے نام کے بارہ میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے مشاورت نہ ہو سکی۔ جب کتاب طباعت کے تقریباً تمام مراحل طے کر چکی تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب کے نام کا علم ہوا۔ جس سے حضرت نے اختلاف کیا اور نام تبدیل کرنے کا حکم فرمایا۔ چونکہ کتاب ٹائٹل سمیت طبع ہو چکی تھی۔ اس لئے اب نام تبدیل کرنا ممکن نہ تھا۔ البتہ حضرت اقدس سے وعدہ کیا گیا کہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ان شاء اللہ العزیز کتاب کا نام تبدیل کر دیا گیا جائے گا۔

اسی طرح مختلف رسائل کے بعض تبصرہ نگاروں نے بھی کتاب کے علمی وتحقیقی مواد اور اس کے مسلک حقہ پر مبنی ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود بعض الفاظ کی تلخی وشدت کا شکوہ کیا۔ اگرچہ یہ الفاظ کی شدت صرف ردعمل کے طور پر تھی۔ لیکن ہمارا مقصد کسی کی دل آزاری ہرگز نہیں۔ اس لئے ہم نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے کئے گئے وعدہ اور تبصرہ نگاروں کے حرف شکایت کی بناء پر کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں کتاب کے نام اور مضمون سے حتی الوسع تلخ الفاظ حذف کر دیئے ہیں تاکہ اس اعتبار سے بھی اتمام حجت ہو جائے۔ امید ہے کہ قارئین ومخاطبین گزشتہ ایڈیشن کی لفظی تلخیوں سے درگزر کرتے ہوئے نفس مضمون اور اس پر قائم کئے گئے ٹھوس وناقابل تردید دلائل کی طرف توجہ دیں گے۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین! حافظ عبدالحق خان بشیر

(۱۰ر محرام الحرام ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲ر مارچ ۲۰۰۴ء)

مقدمہ

اعتراف حقیقت

جمعیت اشاعت التوحید کے اکابر واصاغر کی طرف سے اسلاف دیوبند کے خلاف یہ پراپیگنڈہ ایک مدت سے جاری ہے کہ وہ العیاذ باللہ تعالیٰ وفات پیغمبر ﷺ سے انکاری ہیں اور آنحضرت ﷺ پر وقوع موت تسلیم نہیں کرتے۔ ہم بندیالوی صاحب کے اس بارے میں انتہائی ممنون وشکرگزار ہیں کہ انہوں نے اپنے جماعتی مؤقف سے ہٹ کر اصل نکتہ اختلاف کا اعتراف فرمالیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''خدا گواہ ہے کہ اختلاف نہ امام الانبیاء ﷺ کی موت کے بارے میں ہے اور نہ حیات کے بارے میں بلکہ اختلاف حیات کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں ہے۔ قبر پرستوں سے متاثر لوگوں کا خیال ہے کہ امام الانبیاء ﷺ اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر منور میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیوی ہے اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وفات کے بعد آپ کا جسد اقدس حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا اور آپ کی روح مبارک جسم اقدس سے پرواز کر کے جنت الفردوس کے سب سے اعلیٰ وافضل مقام میں آرام فرما ہے۔'' (پیش لفظ ص ۲)

مذکورہ عبارت میں بندیالوی صاحب اس حقیقت کے برملا طور پر معترف ہیں کہ جماعت دیوبند اور جمعیت اشاعت التوحید دونوں وفات پیغمبر ﷺ کا وقوع بھی تسلیم کرتے ہیں اور دونوں بعداز وفات آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی پر بھی متفق ہیں۔ یعنی دونوں میں سے نہ تو کوئی وفات پیغمبر ﷺ سے انکاری ہے اور نہ بعداز وفات حیات برزخی سے۔ البتہ دونوں کے درمیان اختلاف حیات برزخی کی کیفیت پر ہے کہ وہ جسمانی ہے یا محض روحانی؟ جسد عنصری کو حاصل ہے یا صرف جسد مثالی کو؟

حقیقت سے فرار کیوں؟

مذکورہ اعتراف حقیقت کے بعد بندیالوی صاحب کی یہ اخلاقی ذمہ داری تھی کہ وہ وفات پیغمبر ﷺ اور حیات برزخی پر بحث کر کے اپنا اور عوام کا وقت ضائع کرنے کے بجائے مسئلہ کے متنازعہ پہلو یعنی حیات برزخی کی کیفیت ونوعیت پر اپنے مسلک وموقف کے مطابق قرآن وسنت واجماع سے دلائل پیش کرتے اور ثابت کرتے کہ کیفیت حیات برزخی کے بارے میں ان کا مسلک حق وصواب ہے اور اجساد انبیاء علیہم السلام اپنی قبور مطہرہ میں بلاتعلق روح بے حس وبے جان پڑے ہیں۔ لیکن ۳۲ صفحات پر مشتمل اس رسالے کے اندر بندیالوی صاحب کے مسلک پر ایک دلیل بھی مذکور نہیں ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں ان شاء اللہ العزیز ہم اس پر تفصیلی بحث کریں گے۔ اس اعتبار سے بندیالوی صاحب کی نہ صرف یہ واضح فکری شکست ہے بلکہ اس رسالہ کے اندر ان کی ساری تحریری کاوشیں لغو اور فضول ثابت ہوتی ہیں۔

مختلف نقطہ ہائے نظر

بندیالوی صاحب کے مغالطات پر تفصیلی بحث سے قبل ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ کے بارے میں مختلف مکاتب فکر کے نقطہ ہائے نظر کا سرسری واجمالی جائزہ لے لیا جائے تاکہ موضوع سے متعلق اصلی ومقصودی بحث سمجھنے میں آسانی ہو۔

پہلا نقطہ نظر

انبیاء کرام علیہم السلام کی برزخی حیات کے بارہ میں پہلا نقطہ نظر روافض اور حضرات بریلویہ کا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی برزخی حیات میں معاشرت دنیوی کے بھی قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ العیاذ باللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج مطہرات ان کو ان کی قبور میں پیش کی جاتی ہیں جن سے وہ مباشرت فرماتے ہیں (جیسا کہ اصول کافی اور ملفوظات احمد رضا خان بریلوی میں مذکور ہے) حالانکہ یہ فاسد عقیدہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی نظریہ سے سراسر متصادم ہے۔

دوسرا نقطہ نظر

اس بارہ میں دوسرا نقطہ نظر بندیالوی صاحب اور ان کی جماعت جمعیت اشاعت التوحید کا ہے جس میں عصر حاضر کے جمہور غیر مقلدین، کراچی کے مسعود الدین عثمانی پارٹی اور غیر مقلدین کی جماعت المسلمین وغیرہ گروہ ان کے نظریاتی ہم نوا ہیں۔ ان سب کے نزدیک برزخی حیات کے اندر اجسام انبیاء علیہم السلام بلاتعلق روح محفوظ مگر جمادات کی طرح بے جان ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ایک فضول اور عبث کام ہے۔ کیونکہ آپ عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

تیسرا نقطہ نظر

اس بارہ میں تیسرا نقطہ نظر جماعت دیوبند کا ہے جو اس نے اہل سنت والجماعت کی متواتر و متوارث تعلیمات و تحقیقات سے حاصل کیا ہے۔ اس نقطہ نظر کے بارہ میں وضاحت کرتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ: ''علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے۔'' (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء)

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس بے غبار اور غیر مبہم تحریر سے یہ حقیقت پوری طرح واضح و آشکارا ہے کہ علماء دیوبند برزخ کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام کی کس کیفیت حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں اور انہوں نے یہ عقیدہ قرآن وسنت کی روشنی میں اسلاف اہل سنت سے وراثتاً پایا ہے۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے اگست ۱۹۶۲ء کے شمارے میں بھی شائع ہو چکی ہے اور مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے تادم آخر اس کی تردید نہیں کی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ بندیالوی صاحب بھی اپنے مسلک کی وضاحت کے لئے اسلاف دیوبند میں سے اسی طرح کسی بزرگ کی واضح عبارت و تحریر پیش فرماتے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور ہمارا چیلنج ہے کہ وہ تاقیامت ایسا کر بھی نہ سکیں گے۔ ان شاءاللہ العزیز! کیونکہ وہ حقیقت کی بجائے افسانوی دنیا کے باسی ہیں اور اسلاف دیوبند کا اس فرضی دنیا سے کیا واسطہ؟

ضروری وضاحت

یہ بات تو پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ عالم برزخ کی حیات برزخی فریقین کے درمیان متنازعہ نہیں ہے۔ صرف اس کی کیفیت متنازعہ ہے۔ لہٰذا کیفیت حیات پر بحث سے قبل جمہور اہل سنت کی تحقیق کے مطابق عالم برزخ کی تعریف اور اس میں حاصل ہونے والی حیات کا نام جاننا ضروری ہے۔

۱...... جمہور ائمہ اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ حیات برزخی کا مقام عالم برزخ ہے اور عالم برزخ نام ہے میت کے روح اور جسم دونوں کے ٹھکانوں کا۔ یعنی علیین اور سجین سے زمینی گڑھے تک (یا جہاں بھی میت کے جسم عنصری کے اجزاء و ذرات موجود ہوں) کا سارا ربط و نظام عالم برزخ ہے اور یہی قبر کا وسیع تر مفہوم ہے۔ اس اعتبار سے قبر اور برزخ ایک ہی عالم کے دو نام ہیں۔ اکابر اہل سنت کی تحریرات میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

۲...... جمہور ائمہ اہل سنت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ یہ برزخی حیات قبر اور برزخ کے وسیع تر مفہوم کے حوالے سے جسم کو روح کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے خواہ جسم سلامت رہے یا ریزہ ریزہ ہو جائے۔ وہ یکجا ہو یا منتشر ہو جائے۔ روح کا اس کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور وہ عذاب و راحت کو بہ تعلق روح محسوس کرتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عذاب و ثواب قبر کا اجماعی عقیدہ روح و جسد کے تعلق کی اسی کیفیت پر موقوف ہے۔

۳...... برزخ کے اندر اس کیفیت حیات پر اتفاق کے باوجود اہل سنت والجماعت کے ہاں اس حیات کے نام کے

بارے میں اختلاف موجود ہے۔ بعض کے نزدیک عالم برزخ میں حاصل ہونے کی وجہ سے اس کا نام حیات برزخی ہے اور بعض کے نزدیک دنیوی جسم کے ساتھ تعلق روح کی بنا پر اس کا نام حیات جسمانی یا حیات دنیوی ہے۔ غرضیکہ اسم حیات میں اختلاف ہونے کے باوجود کیفیت حیات پر تمام اہل سنت متفق ہیں۔ لیکن اس حیات میں معاشرت دنیوی کا نظریہ اہل سنت میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جسمانی و دنیوی حیات کا نظریہ برزخی حیات کے ہرگز منافی نہیں۔

اس ضروری وضاحت کے بعد آیئے اب بندیالوی صاحب کے مغالطات ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح انہوں نے اہل سنت کے نزاع لفظی کو اپنے نزاع حقیقی پر فٹ کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

مغالطات بندیالوی

(پہلا مغالطہ) عنوان اور عقیدہ میں تضاد

بندیالوی صاحب کا سب سے پہلا مغالطہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ کا نام ''حیات النبیﷺ'' رکھا ہے۔ حالانکہ یہ نام نہ صرف ان کے موضوع بحث سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ ان کے عقیدہ کے بھی سراسر منافی ہے حتی کہ خود بندیالوی صاحب نے موت اور حیات کی تعریف اور ان کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے۔ اس کے مطابق بھی رسالہ کا یہ نام ایک صریح مغالطہ ہے۔

چنانچہ وہ موت اور حیات کے درمیان تفریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ موت نام ہے انقطاع الروح عن الجسد، روح کا تعلق جسم سے ختم ہو جاتا ہے اور موت حیات کے منافی ہے۔ موت اور حیات کی الگ الگ حقیقتیں ہیں۔'' (ص ۷)

یعنی بندیالوی صاحب کے نزدیک روح کا جسم سے تعلق ہے تو حیات ہے ورنہ موت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب بندیالوی صاحب آنحضرتﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ روح کا تعلق تسلیم ہی نہیں کرتے تو پھر اسے حیات کا نام کیسے دیتے ہیں؟ اور اگر وہ صرف روح کی حیات کو تسلیم کرتے ہوئے ''حیات النبیﷺ'' کا عنوان قائم کر رہے ہیں تو پھر موت و حیات کے بارہ میں اپنی مذکورہ تعریف پر نظر ثانی کریں۔ نیز اس بات کی وضاحت کریں کہ وہ نبی کسے مانتے ہیں؟ صرف روح کو یا روح مع الجسد دونوں کو۔ اگر وہ صرف روح کو نبی مانتے ہیں تو پھر بشریت انبیاء کی بحثیں ترک کر دیں۔ کیونکہ روح اہل سنت والجماعت کے ہاں بالاتفاق نوری ہے اور اگر وہ روضہ اقدس کے اندر مدفون جسم اطہر کو نبی مانتے ہیں تو وہ ان کے عقیدہ کے مطابق بے حس و بے جان ہے۔ کیا یہ صورت حال اس حقیقت کو واضح نہیں کرتی کہ آپ کا اختیار کردہ عنوان ایک صریح مغالطہ ہے؟ اور آپ حیات کا عنوان دے کر ممات کا عقیدہ دے رہے ہیں؟

(دوسرا مغالطہ) اصل حیاتی کون؟

بندیالوی صاحب نے اپنے رسالہ کے (ص ۲) پر یہ انوکھا انکشاف بھی فرمایا ہے کہ اصل حیاتی تو جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ والے ہیں لیکن کس دلیل کی بنیاد پر؟ یہ بندیالوی صاحب سے سوال نہ کیجئے کیونکہ ہو سکتا ہے یہ سوال ان کی طبع نازک پر گراں گزرے۔ لیکن یہ سوال کرنا تو ہم اپنا حق سمجھتے ہیں کہ جناب والا! اگر آپ اپنی بیان کردہ تعریف حیات کے مطابق اجساد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق تسلیم ہی نہ کریں تو آپ کو اصل

حیاتی کیسے مان لیا جائے؟ گلاب سنگھ خود کو گلاب شاہ کہلانے سے سید تو نہیں ہو جائے گا اور ویسے بھی ہم الحمد للہ آپ کے حواریوں کی طرح فریب عقیدت میں مبتلا نہیں کہ برانڈی پر بزوری کے خوش نما لیبل سے دھوکہ کھا جائیں۔

(تیسرا مغالطہ) دیوبندی کون؟

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۸) پر یہ بلند و بالا دعویٰ بھی کیا ہے کہ حقیقی و معیاری دیوبندی وہی ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: ''دیوبندیت کا معیار مسئلہ حیات النبی ﷺ نہیں بلکہ دیوبندیت کی پہچان قرآن وسنت کی تبلیغ توحید و رسالت کا بیان، شرک و بدعات کے خلاف جہاد اور اعلاء کلمۃ الحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اشاعۃ التوحید والسنۃ ہی دیوبندیت کے اس حقیقی معیار پر پورا اترتی ہے۔''

مسئلہ حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے یا نہیں؟ یہ بحث تو ہم ان شاء اللہ آئندہ سطور میں کریں گے۔ یہاں فی الحال ہم صرف بندیالوی صاحب کے اس دعوے کا جائزہ لینا چاہیں گے کہ وہ حقیقی و معیاری دیوبندی ہیں۔ جس طرح بازار کے اندر دونمبر مال پر ''میڈ ان جاپان'' کا جعلی لیبل عام ہو گیا ہے۔ اسی طرح شاہراہ تحقیق کے دونمبر اسکالر اپنے دونمبر نظریات پر مسلک دیوبند کی جعلی چھاپ ضروری خیال کرنے لگے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس چھاپ کے بغیر ان کے نظریات کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گا۔ یہی طریقہ واردات بندیالوی صاحب کے اختراعی عقیدہ کے درمیان بعد المشرقین موجود ہے۔ ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اسلاف دیوبند کا ہر اجماعی واتفاقی نظریہ دیوبندیت کا معیار ہے، خواہ اس کا تعلق قرآن وحدیث سے ہو یا تاریخ سے اور اسلاف دیوبند میں سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں بندیالوی صاحب کے اس نظریہ کا کوئی ایک بھی ہم نوا نہیں کہ اجساد انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں بلا تعلق روح بے جان پڑے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! جب یہ بلا شک وشبہ اسلاف دیوبند کا اجماعی عقیدہ و نظریہ ہے تو پھر اس سے انحراف و روگردانی کرنے والا دیوبندی کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

(چوتھا مغالطہ) دیوبندیت کا معیار

یہ حقیقت تو ہم ان شاء اللہ العزیز آئندہ سطور میں پوری طرح واضح کریں گے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ (روح مع الجسد) اسلاف دیوبند کا اجماعی نظریہ ہے اور بزرگان دیوبند میں سے کسی ایک کو بھی اس سے انکار واختلاف نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بندیالوی صاحب اسے دیوبندیت کا معیار تسلیم نہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''سوال یہ ہے کہ کیا مسئلہ حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے؟ جو لوگ اس مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار سمجھ رہے ہیں وہ دیوبندیت کے مقام اور خصوصیت سے بے خبر ہیں۔ کیا اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی عالم نے اس مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار قرار دیا؟'' (ص ۱۱)

ہم واضح کر چکے ہیں کہ اسلاف دیوبند کا ہر اجماعی مسئلہ دیوبندیت کا معیار ہے۔ ان کا کسی مسئلہ پر اجماع ہی اس مسئلہ کے دیوبندیت کا معیار ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے لئے کسی علیحدہ دلیل کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بندیالوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے پیشوا و مقتدا مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے اس مسئلہ میں اختلاف پیدا کرنے کے بعد اس وقت کے جید اکابر علماء دیوبند اس اجماعی مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار قرار دیتے ہوئے یہ ''متفقہ فیصلہ'' جاری فرما چکے ہیں کہ: ''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے

میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے، بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین و متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ المھند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔'' (بحوالہ ماہنامہ پیام مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء)

جناب بندیالوی صاحب سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مذکورہ تحریر کے آخری جملہ کو (خطابت کی نہیں تحقیق کی) عینک پہن کر دیکھیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے یا نہیں؟ اور ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس تحریر پر (۱) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، (۲) محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، (۳) حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، (۴) حضرت مولانا محمد صادق سندھی، (۵) حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی، (۶) حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی، (۷) حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، (۸) حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، (۹) حضرت مولانا رسول خان ہزاروی اور (۱۰) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی (رحمہم اللہ) جیسے دس جید اکابر کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ اب یہ وضاحت تو بندیالوی صاحب ہی کر سکتے ہیں کہ ان حضرات کا شمار اکابرین علماء دیوبند میں ہوتا ہے یا نہیں؟ اور یہ حضرات دیوبندیت کے مقام و خصوصیت سے واقف و باخبر تھے یا نہیں؟ ہم اس پر اس کے سوا کیا تبصرہ کر سکتے ہیں کہ:

ہمیں سے رنگ گلستاں، ہمیں سے رنگ بہار ہمیں کو نظم گلستاں پہ اختیار نہیں

(پانچواں مغالطہ) کیا اکابر کی ہر تحقیق ماننا ضروری ہے؟

اصحاب علم و مطالعہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ تحقیقات اسلاف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شخصی وانفرادی جس میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے اور دوسری اجماعی واتفاقی جس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن بندیالوی صاحب حسب عادت اکابر کے بعض اختلافی مسائل کی آڑ میں خطرناک مغالطہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''کیا کسی بزرگ دیوبندی عالم کے ساتھ اختلاف کرنے سے بندہ دیوبندیت سے خارج ہو جاتا ہے؟'' (ص ۱۱)

بندیالوی صاحب نے اگر تحقیق و ریسرچ کے میدان میں قدم رکھا ہی تھا تو انہیں یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہئے تھی کہ اکابر کی انفرادی تحقیقات اور ان کے اجماعی مسلک میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ان کی انفرادی و شخصی تحقیقات کے اندر بعض مسائل میں باہمی اختلافات موجود ہیں۔ ان میں سے کسی بزرگ کی تحقیق اختیار کر لینے سے دیوبندیت سے خروج لازم نہیں آتا۔ لیکن ان اختلافات کی آڑ میں ان کے اجماعی مسلک سے انحراف و روگردانی انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ مثلاً عام اموات کے سماع و عدم سماع کے بارے میں اکابر کے اندر اختلاف موجود ہے۔ بعض ان میں سے سماع موتی کے قائل ہیں اور بعض منکر لیکن عام اموات کے سماع میں اس اختلاف کی آڑ میں سماع انبیاء علیہم السلام جیسے اجماعی عقیدہ سے انکار کھلی بددیانتی ہے۔ ہمارے نزدیک اکابر کے باہمی علمی اختلافات میں کوئی بھی موقف اختیار کر لینے کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن ان کے اجماعی مسلک سے انحراف و بغاوت دیوبندیت سے خروج کی واضح و کافی دلیل ہے۔

(چھٹا مغالطہ) المہند پر عدم اعتماد

بندیالوی صاحب نے اپنے رسالہ میں یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ علمائے دیوبند کی متفقہ دستاویز ''المہند علی المفند'' قابل اعتماد کتاب نہیں۔ بندیالوی صاحب سمیت تمام منکرین حیات، ''المہند علی المفند'' کو علماء دیوبند کی ایک ایسی ہنگامی کاوش قرار دیتے ہیں جو ''وقت ٹپاؤ'' پالیسی کے تحت مجبوراً منظر عام پر لائی گئی۔ گویا علماء دیوبند بحالت مجبوری منافقت اختیار کرتے ہوئے حقیقت کے بالکل خلاف مصنوعی عقائد ونظریات بھی اختیار کر لیتے تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اس سے بڑھ کر علماء دیوبند کی توہین وتنقیص اور کیا ہوسکتی ہے؟ لیکن یہاں اس حقیقت کا ذکر وانکشاف بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ منکرین حیات اپنے مسلک کے معاملے میں جس ''المہند'' کو ناقابل اعتماد قرار دیتے ہیں۔ بریلویت کے رد میں اسی کو ''سند'' تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ بندیالوی صاحب کے زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں ان کی جماعت کے مرکزی رہنما مولانا عبدالسلام صاحب حضرو (ضلع اٹک) کا ایک مضمون بریلویت کے رد میں بعنوان ''دیوبندی بریلوی اختلاف'' شائع ہوا ہے۔ جس کی قسط نمبر ۴ ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

''بریلوی اعلیٰ حضرت نے جب حسام الحرمین کا فتویٰ ۱۳۲۴ھ میں شائع کیا۔ اس کے جواب میں اسی وقت اکابر علماء دیوبند نے اپنے صحیح عقائد اوران الزامات کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن بریلوی اعلیٰ حضرت اوران کے ماننے والے حضرات صاحبان آج بھی وہی سانپ کی لکیر پیٹ رہے ہیں۔ علماء دیوبند نے اسی وقت اپنی طرف سے ان الزامات کے جھوٹ ہونے پر درج ذیل کتابیں شائع کیں۔ جواب بھی موجود ہیں۔ (۱) الشہاب الثاقب (۲) المہند علی المفند (۳) الختم علی لسان الخصم (۴) قطع الوتین (۵) بسط البنان (۶) تحذیر الناس (۷) مناظرہ عجیبہ (۸) رجوع المدنین (۹) توضیح البیان (۱۰) السحاب المدرار وغیرہ۔ علماء عرب کی تصدیقات بھی ان کتابوں پر موجود ہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ رجب شعبان ۱۴۱۹ھ ص ۳۹)

غور فرمایئے! بریلویت کے خلاف اکابر کی جن کتب کو بطور سند پیش کیا جارہا ہے اپنے خلاف وہی کتب ناقابل اعتماد قرار دی جارہی ہیں بریلویت کے خلاف جن کتابوں میں مذکور عقائد کو صحیح تسلیم کیا جارہا ہے۔ اپنے خلاف انہی کتب کے عقائد کو قرآن وسنت کے خلاف ومنافی ثابت کرنے کا پروپیگنڈا کیا جارہا ہے۔ کیا یہ نری منافقت اور دھوکہ بازی نہیں؟ یاد رہے کہ مذکورہ شمارہ بندیالوی صاحب ہی کی زیر ارادت شائع ہوا ہے۔ اس میں مضمون نگار نے اکابر علماء دیوبند کے صحیح عقائد پر مشتمل دس کتب کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے پہلی یعنی ''الشہاب الثاقب'' شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ مدنی کی ہے جس میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد رضا خان بریلوی کے الزامات کا رد کرتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور علماء دیوبند کے عقیدہ کا فرق بیان کرتے ہیں کہ:

''نجدی اوراس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعدازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں۔ مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں۔ درباره حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔ اب غور فرمایئے کہ ان اکابر (علماء دیوبند) کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے

مخالف ہیں۔ حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب (آب حیات۔بشیر) تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے۔ اس میں کس زور وشور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔ مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج (یعنی زبدۃ المناسک۔بشیر) وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طول طویل واقع ہو رہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً واجمالاً چھپے ہوئے مشہور ہیں۔ اس لئے بخوف طول میں نقل نہیں کرتا ہوں۔ جس کا جی چاہے، آب حیات، ہدایۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، لطائف قاسمیہ اور زبدۃ المناسک وغیرہا رسائل میں دیکھ لیوے۔ یہ ایک خالص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ نے علماء حرمین کی مخالفت کی اور بار بار جدال ونزاع کی نوبت آئی۔ اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ کی وجہ سے وہاں وہابی سنی سے متمیز ہوتا ہے۔" (ص ۲۲۴)

حضرت مدنی ﷫ کے اس اقتباس سے دو چیزیں پوری طرح واضح ہو رہی ہیں۔ پہلی یہ کہ اکابر علماء دیو بند کی کتب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کا مفہوم یہی ہے کہ وہ حیات جسم کو تعلق روح سے حاصل ہے۔ بلا تعلق روح نہیں۔ دوسری یہ کہ یہ عقیدہ اکابر علماء دیو بند کا مشہور واجماعی ہے جو اہل سنت والجماعت کی پہچان ہے۔

مضمون نگار نے دوسری کتاب "المہند علی المفند" ذکر کی ہے اور تسلیم کیا ہے کہ ان دونوں کتب میں علماء دیو بند کے صحیح عقائد مذکور ہیں جن پر علماء عرب کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔ ہم بندیالوی صاحب سے فقط اتنا ہی سوال کرنا چاہیں گے کہ جو کتابیں، بریلویت کے خلاف ان کے نزدیک علماء دیو بند کے صحیح عقائد کی ترجمان ہیں۔ وہ ان کے اپنے خلاف ناقابل اعتماد کیوں ہیں؟ گویا:

کبھی یک بیک توجہ کبھی دفعتاً تغافل
مجھے آزما رہا ہے کوئی رخ بدل بدل کر

(ساتواں مغالطہ) علماء دیو بند کا تضاد

بندیالوی صاحب کی دوغلی پالیسی یہ ہے کہ وہ ایک طرف خود کو اصلی وحقیقی دیو بندی منوانے پر مصر ہیں اور دوسری طرف المہند کی تائید وتصدیق کرنے والے علماء کے نظریات کو متضاد ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ: "ہم نے اس رسالہ میں المہند پر دستخط کرنے والے چند علماء کرام کی ایسی عبارتیں پیش کر دی ہیں جو المہند میں درج شدہ نظریہ کے خلاف ہیں۔" (پیش لفظ ص ۲)

حالانکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں علماء دیو بند کی انفرادی تحقیقات اور ان کے اجماعی موقف میں سر مو فرق نہیں ہے۔ کیونکہ المہند میں اسی عقیدہ کا خلاصہ ہے جس کی تفصیلات ان کی دیگر کتب میں مذکور ہیں۔ بندیالوی صاحب نے اکابر کی اجمالی عبارات پیش کر کے یا ان کی تفصیلی عبارات سے چند مفید مطلب جملے اچک کر اپنا مدعا ثابت کرنے کی جو مذموم کوشش کی ہے۔ اس سے ان کا کذب وافتراء تو ثابت ہو سکتا ہے، حاشا وکلا اکابر دیو بند کا تضاد ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اس کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے اور قارئین کرام کو اس پہلو پر خصوصی توجہ دینی چاہئے کہ بندیالوی صاحب اسلاف دیو بند کی تحقیقات میں تضاد کا نظریہ دے کر فکر وتحقیق کی دنیا میں ان کو کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ العیاذ باللہ تعالیٰ!

(آٹھواں مغالطہ) المہند پر جھوٹ

بندیالوی صاحب نے المہند کو ناقابل اعتماد ٹھہرانے کے لئے اس کے بارہ میں ایک صریح جھوٹ گھڑنے

سے بھی گریز نہیں کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''ذہن میں رہے کہ ان اکابر علماء دیوبند کی عبارتیں بطور دلیل نہیں بلکہ ان مہربانوں کو سمجھانے کے لئے پیش کی ہیں جو علماء دیوبند کی عبارات کو دین میں حجت اور المہند پر ایمان لانے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان مہربانوں کا اپنا عقیدہ و ایمان المہند کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ المہند میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی ہے، برزخی نہیں۔'' (ص ۱۷)

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم علماء دیوبند کی عبارات کو نہیں بلکہ ان کی اجماعی تحقیقات و نظریات کو حجت مانتے ہیں اور المہند پر اعتماد بھی ہم اس لئے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ علماء دیوبند کی اجماعی دستاویز ہے۔ باقی رہی بات یہ کہ المہند میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی سے انکار کیا گیا ہے تو یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ المہند کے اندر صاف لفظوں میں یہ صراحت مذکور ہے کہ: ''حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔'' (ص ۲۸)

اس واضح عبارت کے باوجود المہند پر حیات برزخی کے انکار کا الزام دینے والے پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے سوا کیا پڑھا جا سکتا ہے۔ البتہ ہم اس بات پر بندیالوی صاحب کے ممنون و شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی دیوبندیت کی حقیقت واضح کر دی ہے کہ وہ ایسے دیوبندی ہیں جو اسلاف دیوبند کے نظریات کو نہ صرف یہ کہ حجت نہیں مانتے بلکہ بطور دلیل ان کا تذکرہ بھی گوارا نہیں کرتے۔

کس شوق سے وہ دیکھ رہے تھے ہجوم کو مجھ پر نگاہ پڑی تو دریچے سے ہٹ گئے

(نواں مغالطہ) قبر پرستوں سے متاثر کون؟

بندیالوی صاحب عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قبر پرستوں سے متاثر ہونے کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''قبر پرستوں سے متاثر لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ امام الانبیاء علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر منور میں زندہ ہیں۔'' (پیش لفظ ص ۲)

گویا بندیالوی صاحب کی بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ تو جمہور اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ زیر نظر رسالہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ سمیت علماء دیوبند کے حوالہ جات ملاحظہ فرما کر فیصلہ کیجئے کہ بندیالوی صاحب کن بزرگوں کو قبر پرستوں سے متاثر قرار دے رہے ہیں اور اگر خدانخواستہ یہ بزرگ بھی قبر پرستوں سے متاثر ہو کر باطل عقائد اپنانے والے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو خدا معلوم برصغیر پاک و ہند میں توحید کی شمع روشن کرنے والے کون تھے؟ درحقیقت بندیالوی صاحب اور ان کے ہمنوا روافض و غیر مقلدین کی گہری سازش کا شکار ہو کر عصر حاضر کے مسلمانوں کو اسلاف امت سے نظریاتی طور پر کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں اپنے دام فریب میں لینا آسان ہو اور اکابر کے اجماعی نظریات کو جھٹلانا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ عوام ایسے شر و فتن سے خبردار رہیں۔

(دسواں مغالطہ) عقیدہ حیات النبی ﷺ کہاں سے آیا؟

ہم گزشتہ اوراق میں واضح کر چکے ہیں کہ روافض اور بریلویہ کا نظریہ حیات النبی ﷺ اہل سنت والجماعت سے قطعی مختلف ہے۔ وہ اس حیات میں معاشرت دنیوی کے قائل ہیں جب کہ اہل سنت والجماعت اس میں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن بندیالوی صاحب روافض و بریلویہ کا نظریہ معاشرت دنیوی نقل کرنے کے بعد

فرماتے ہیں کہ: ''پھر فیصلہ کیجئے کہ یہ عقیدہ کن راستوں سے سفر طے کرکے توحید کا دعویٰ کرنے والوں تک پہنچا اور انہوں نے انتہائی ہٹ دھرمی سے اس مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار قرار دے دیا۔'' (ص ۲۸)

گویا بندیالوی صاحب کے نزدیک علماء دیوبند نے یہ عقیدہ روافض اور بریلویہ سے لیا ہے۔ غور فرمایئے کہ ایک طرف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ قرآن وسنت سے وراثتاً حاصل کیا ہے اور دوسری طرف بندیالوی صاحب کا پراپیگنڈہ ہے کہ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ روافض وبریلویہ سے لیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اور پھر روافض وبریلویہ کا عقیدہ تو معاشرت دنیوی کی بنیادوں پر قائم ہے جب کہ مسلک دیوبند کی وضاحت ترجمانی کرتے ہوئے حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وہ (علماء دیوبند) برزخ میں آپ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں لیکن وہاں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں۔ وہ اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضریٰ ہی کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ آپ کو حاضر وناظر نہیں جانتے۔'' (مسلک علماء دیوبند ص ۲۰)

یہاں بندیالوی صاحب کو یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہئے کہ انہوں نے اسلاف امت پر روافض وبریلویہ کی جن کتب کی اقتداء کا الزام دیا ہے وہ بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی تو خیر ہے ماضی قریب کی شخصیت ہیں۔ روافض کے ملا محمد یعقوب کلینی (المتوفی ۳۲۹ھ) کی اصول کافی (جس کا حوالہ بندیالوی صاحب نے دیا ہے) سے بھی قبل امام ابویعلی احمد بن علی تمیمی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰۷ھ) اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' نقل کرکے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت وترجمانی فرما چکے تھے اور اس حدیث کی صحت پر اسی وقت امت کا اجماع منعقد ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود اہل سنت والجماعت کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو روافض وبریلویہ سے جوڑنا نری جہالت اور کھلا دھوکہ ہے۔ ہاں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بندیالوی صاحب اور ان کے گروہ انکار حیات کا قارورہ روافض کے فرقہ کرامیہ سے ضرور ملتا ہے جو حیات انبیاء علیہم السلام سے انکار تھا اور ائمہ اہل سنت والجماعت نے اس کے خلاف متعدد کتب تالیف فرمائیں جن میں امام بیہقی کی حیات الانبیاء اور امام سیوطی رحمہ اللہ کی انباہ الاذکیاء بہت مشہور ومعروف ہیں اور ان کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

(گیارہواں مغالطہ) حیات دنیوی اور برزخی کا فرق

گزشتہ اوراق میں ہم بندیالوی صاحب کے حوالے سے عرض کر چکے ہیں کہ حیات برزخی متنازعہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ تنازعہ کیفیت حیات میں ہے لیکن اس کے باوجود بندیالوی صاحب نے اپنے پورے رسالے کے اندر یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ جس بزرگ کی عبارت میں انہوں نے حیات برزخی کا لفظ دیکھا اسے اپنا ہمنوا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور عام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ یہ بزرگ ہمارا ہے اور اس بزرگ کے نظریہ کیفیت حیات کو وہ خطابت کی فیس یا معتقد کا نظرانہ سمجھ کر ہضم کر گئے۔ حالانکہ وہ تمام بزرگ کیفیت حیات کے بارے میں عالم برزخ کے اندر روح وجسد کے تعلق اور ان میں عذاب وراحت کے احساس کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم ان شاء اللہ العزیز! اس پر مدلل بحث کریں گے۔

(بارہواں مغالطہ) جنت کی حیات کا منکر کون؟

بندیالوی صاحب نے بڑے جذباتی اور خطیبانہ انداز میں اپنے قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے

کہ ہم برزخ کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام کی جنت کی حیات مانتے ہیں اور جماعت دیوبند والے ان کی دنیا کی حیات مانتے ہیں۔ اس سے مقصود ان کا عوام کے دلوں میں علماء دیوبند کے خلاف نفرت پیدا کرنا ہے کہ وہ العیاذ باللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو جنتی نہیں مانتے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ علماء دیوبند انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مقدسہ اور ان کی ارواح منورہ دونوں کو باہمی تعلق کے ساتھ جنت میں تسلیم کرتے ہیں یعنی ان کے اجساد، ارواح سمیت جنت میں ہیں جب کہ بندیالوی صاحب ارواح انبیاء علیہم السلام کو تو جنت میں تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اجساد انبیاء علیہم السلام کو جنت سے محروم مانتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

یہی وجہ ہے کہ وہ "مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ" کے فرمان نبوی ﷺ کی واقعاتی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ ان کے نزدیک روضہ رسول جنت نہیں ہے۔ غالباً اس لئے کہ جنت زندوں کا مقام ہے، مردوں کا نہیں اور روضہ اقدس کو جنت تسلیم کر لینے کے بعد وہاں کے مکینوں کو زندہ اور حیات بھی تسلیم کرنا پڑے گا جو بندیالوی صاحب کے خود ساختہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک چونکہ مکینان روضہ اقدس العیاذ باللہ تعالیٰ! جمادات کی طرح بے جان ہیں جن کے اندر زندگی کے کوئی آثار نہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنا خود ساختہ عقیدہ چھوڑنے کی بجائے فرمان نبوی ﷺ کی واقعاتی حقیقت کا انکار کر دینا ہی مناسب اور آسان سمجھا۔

(تیرہواں مغالطہ) جسم بلا روح محفوظ

اہل سنت والجماعت کے اجماعی نظریہ کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ آج بھی اسی طرح محفوظ و تروتازہ ہیں جس طرح پہلے دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اجساد مقدسہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا کامل تعلق قائم ہے۔ لیکن بندیالوی صاحب اجساد انبیاء علیہم السلام کو بلا تعلق روح محفوظ مانتے ہیں حالانکہ یہ تصور بے ثبوت اور ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ قرآن پاک اجساد انبیاء علیہم السلام کے محفوظ رہنے کا لہٰذا اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو (جس میں آنحضرت ﷺ تک صلوٰۃ وسلام پہنچنے کا ذکر ہے) قرآن وسنت کے منافی قرار دے کر دوسرے ٹکڑے کو (جس میں انبیاء کرام کے اجسام محفوظ رہنے کا ذکر ہے) عقیدہ کی بنیاد بنانا نہ صرف اصول حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے بلکہ حدیث رسول ﷺ کے ساتھ ایک سنگین مذاق بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت اجساد انبیاء کے محفوظ رہنے کی روایت کے ساتھ تعلق روح کا باقاعدہ ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث (ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء) کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس یقین کے بعد کہ لامحالہ آپ ﷺ پر درود تو پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ صادق کا فرمان ہے۔ محض اپنے شک کو دور کرنے کے لئے اس عرض صلوٰۃ کی کیفیت دریافت کی کہ عام لوگوں کی طرح آپ کے جسد اطہر کو بھی مٹی کھا جائے گی۔ اس سوال کا جو جواب آپ نے دیا وہ معقول اور درست طریقہ سے ان کے شبہ کے ازالہ کے لئے کافی تھا۔ (حاشیہ ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۵۷)

یعنی جسم اطہر کی قبر مبارک میں سلامتی و تازگی بلا تعلق روح نہیں، بلکہ تعلق روح کے ساتھ ہے اور یہی جمہور اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ ہم الحمد للہ مذکورہ حدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ کے محفوظ رہنے کا بھی۔

(چودھواں مغالطہ) وفات پیغمبرؐ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بندیالوی صاحب آنحضرت ﷺ کے سفر آخرت سے متعلق بحوالہ بخاری ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بھی لائے ہیں جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''جب آپ نے اپنی دعا میں یہ الفاظ ''اللھم بالرفیق الاعلی'' ادا کئے تو میں سمجھ گئی کہ اب آپ ہم سے رخصت ہو جائیں گے۔'' (ص ۳)

ہر ذی شعور (بشرطیکہ پتھری نہ ہو) مذکورہ الفاظ کا مفہوم پوری طرح جانتا ہے کہ ان میں صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کے سفر آخرت کی خبر دی گئی ہے۔ ان میں حیات برزخی کی اس کیفیت کا دور دور تک ذکر موجود نہیں جو بندیالوی صاحب کا عقیدہ ہے۔ جب آپ کی وفات مبارکہ کو بندیالوی صاحب بھی غیر متنازعہ تسلیم کر چکے ہیں تو پھر آپ کی وفات و سفر آخرت کی روایات سے استدلال صریح دھوکہ نہیں تو کیا ہے؟ باقی جہاں تک آنحضرت ﷺ کی برزخ کے اندر کیفیت حیات کا تعلق ہے تو اس کے بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ملاحظہ فرمالیجئے۔

چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ: جب مسجد نبوی کے متصل مکانات میں سے میخیں وغیرہ لگانے کی آواز آتی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کو یہ پیغام بھیجتیں کہ ''لاتؤذوا رسول اللہ ﷺ'' ان آوازوں سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف نہ دو۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

ظاہر بات ہے کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کو قبر میں زندہ تسلیم نہ کرتیں تو اذیت کا نظریہ کیسے قائم کرتیں؟

(پندرہواں مغالطہ) دنیا سے بہتر برزخی زندگی

بندیالوی صاحب آنحضرت ﷺ کی دعا ''اللھم بالرفیق الاعلی'' سے استدلال کرتے ہوئے برزخ کی حیات جسمانی کو آپ کی ناپسندیدہ حیات قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''ان لوگوں کو حیات کہلانے کا کوئی حق نہیں جو وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے لئے دنیوی حیات کے قائل ہیں۔ کیونکہ دنیوی حیات کو آپ نے پسند نہیں فرمایا۔ آج نبی اکرم ﷺ کی ناپسندیدہ حیات (دنیوی، حقیقی، حسی، جسمانی حیات) کے قائل حقیقتاً حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔'' (ص ۲)

قطع نظر اس سے کہ حیات النبی ﷺ کا قائل کون ہے اور منکر کون، یہ حقیقت واضح ہے کہ بندیالوی صاحب ایک واضح حدیث رسول ﷺ کو بھی اپنے مغالطات کا تختہ مشق بنانے سے باز نہیں آئے۔ جن آیات واحادیث کے حوالے سے بندیالوی صاحب نے آنحضرت ﷺ کی برزخ کے اندر حیات جسمانی سے انکار کیا ہے، ان میں آپ کے جسد اطہر کے ساتھ روح کے عدم تعلق کا اشارہ تک بھی موجود نہیں بلکہ ان میں صرف آپ کے سفر آخرت کے لئے دنیا کی مکلف زندگی پر برزخ کی غیر مکلف زندگی کو پسند فرمایا ہے تو اس سے کہاں ثابت ہوا کہ وہ زندگی صرف روحانی ہے، جسمانی نہیں؟ حالانکہ آپ کے الفاظ تو اس حقیقت پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ وہ برزخ کی زندگی شعور وحواس کے اعتبار سے دنیوی زندگی جیسی ہی ہوگی البتہ اس میں شعور وحواس دنیوی زندگی کی نسبت انتہائی قوی ہوں گے اور تکلیفی امور کی شرعی ذمہ داریاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ چونکہ دنیوی زندگی میں شعور وحواس جسم عنصری کو بہ تعلق روح حاصل تھے۔ لہٰذا برزخی زندگی میں بھی اسی کیفیت سے حاصل ہوں گے اور اسی کا منکر حیات النبی ﷺ کا منکر ہے۔

(سولہواں مغالطہ) وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کا مفہوم

بندیالوی صاحب نے حدیث فاختار الآخرۃ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دنیا میں رہنے یا آخرت کی زندگی کی طرف لوٹنے کا اختیار دیا تو آپ نے آخرت کی زندگی پسند فرمائی) سے بھی یہی استدلال کیا ہے کہ آپ کی زندگی بلاتعلق روح ہے یعنی جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے۔ حالانکہ اس حدیث مبارکہ میں صرف آپ کے سفر آخرت کا ذکر ہے۔ برزخ کی بلاتعلق روح حیات کا اشارہ تک بھی اس میں موجود نہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والآخرۃ خیر وابقی'' کی آیت قرآنی سے ناکام استدلال کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس میں بھی فقط اخروی زندگی کی بقا اور دنیوی زندگی پر اس کی ترجیح و برتری کا ذکر ہے۔ اس کے جسم ساتھ روح کے تعلق کا انکار وتذکرہ قطعاً موجود نہیں۔ یہاں بندیالوی صاحب سے ہمارا یہ سوال ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس زندگی کو بقا والی زندگی قرار دیا گیا ہے کیا واقعی وہ فقط روحانی زندگی ہے۔ جس میں جسم کا کوئی حصہ نہیں؟ اگر یہی روحانی زندگی بقا والی زندگی ہے تو کیا یہ اجسام حساب وکتاب کے بعد بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے اور اگر یہ اجسام بہ تعلق روح جنت میں داخل ہوں گے اور ضرور ہوں گے تو بقا تو جسمانی زندگی کو حاصل ہوئی۔ کیونکہ اسی کے بعد موت کو قتل کیا جائے گا اور برزخی زندگی (جو بقول بندیالوی صاحب فقط روحانی ہے) کو بقا حاصل ہی نہیں تو پھر آیت مذکورہ سے برزخی زندگی میں اجسام کے ساتھ روح کا انکار واستدلال صریح دعوکہ نہیں تو کیا ہے؟

بندیالوی صاحب نے قرآن پاک کی آیت ''وللآخرۃ خیر لک من الاولی'' سے بھی یہ مذموم استدلال کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ برزخی زندگی دنیوی زندگی سے برتر وممتاز ہونے کی بنا پر فقط روحانی ہے۔ حالانکہ یہ بندیالوی صاحب کی نری جہالت ہے۔ کیونکہ اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو یہ بشارت دے رہے ہیں کہ آپ کی ہر آنے والی زندگی گزشتہ زندگی سے بہتر ہوگی۔ یعنی قبل از نبوت کی زندگی سے بعد از نبوت کی زندگی بہتر ہوگی۔ قبل از ہجرت کی زندگی سے بعد از ہجرت کی زندگی بہتر ہوگی۔ عالم دنیا کی زندگی سے عالم برزخ کی زندگی بہتر ہوگی۔ عالم برزخ کی زندگی سے عالم آخرت کی زندگی بہتر ہوگی۔ عالم آخرت کی زندگی سے جنت اور مقام محمود کی زندگی بہتر ہوگی۔

آیت کریمہ کا مفہوم ومقصود اس حقیقت پر صاف دلالت کرتا ہے کہ جب یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کے جسم مع الروح سے کیا گیا ہے تو اس کا اطلاق بھی جسم مع الروح پر ہی ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ درجہ کے اعتبار سے کم تر زندگی (یعنی عالم دنیا) کا سرور تو جسم اور روح دونوں حاصل کریں اور برتر واعلیٰ زندگی (یعنی عالم برزخ) میں حیات کی لذتیں صرف روح حاصل کرے، جسم اس سے محروم رہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اور پھر یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقیدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کا وجود اطہر مقام وعظمت کے اعتبار سے جنت وعلیین سے اعلیٰ وبرتر ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دنیا کی درجہ کے اعتبار سے کم تر زندگی میں تو آپ کی روح مبارکہ آپ کے جسم اطہر جیسے اعلیٰ مقام میں ہو اور برزخ کی برتر زندگی میں آپ کی روح مبارکہ علیین یا جنت کے (جسد اطہر کے مقابلے میں) ادنیٰ مقام پر موجود ہو۔ آیت کا مفہوم ومقصود تو بتاتا ہے کہ آپ کی روح مبارکہ تو جسد اطہر کے اسی اعلیٰ وبرتر مقام پر موجود ہے اور جسد اطہر کی اگلی منازل پچھلے مراحل سے برتر واعلیٰ ہوں گی۔ لہٰذا بندیالوی صاحب کا اس آیت سے استدلال بھی نرا مغالطہ اور جہالت ہے۔

قادیانی بندیالوی فکری یکجہتی

بندیالوی صاحب انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کے ساتھ ارواح مبارکہ کے تعلق کے عقیدہ کو کبھی تو قبر پرستوں سے متاثر ہونے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور کبھی اسے پیغمبر برحق کی ناپسندیدہ حیات کا نام دیتے ہیں۔ یہاں اس حقیقت کا انکشاف بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قادیانی حضرات بھی اس عقیدہ حیات النبی ﷺ کو مشرکانہ عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۴۳ھ (یعنی ۱۹۲۲ء) سے قبل شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ عثمانی نے لاہور کے اندر مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر کی تو قادیانیوں کے لاہوری گروہ کے آرگن ''پیغام صلح'' نے اسے مشرکانہ عقیدہ قرار دے دیا (معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی حیات النبی ﷺ کے مسئلہ وعقیدہ میں اہل حق کا کوئی اختلاف موجود نہ تھا۔ صرف قادیانی امت اس عقیدہ سے اختلاف رکھتی تھی) جس کے جواب میں ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند) نے فرمایا کہ:

''(حیات النبی کا عقیدہ) شرک فی الذات ہے یا شرک فی الصفات؟ آخر کون سا شرک ہے؟ اگر روح کے بقا کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے تو ارواح تو مرزائی دھرم میں بھی باقی رہتی ہیں۔ حقیقی موت میں بھی جسم سے تعلق ہی جاتا ہے، روح تو فنا نہیں ہوتی تو مرزا قادیانی اور مرزائی اور تمام مسلمان بلکہ تعلیم اسلام ہی مشرکانہ ہوئی اور اگر جسم کے بقا کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے تو زمین وآسمان، کواکب، ان کے اجرام کو کس قدر زمانہ گزر گیا اور نہ معلوم کب تک باقی رہیں گے تو یہ بھی مشرکانہ خیال ہوگا یا نہیں؟ نہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟ اور اگر بقائے تعلق زمانہ دراز یا ابد تک مشرکانہ خیال ہے تو پھر تمام فرشتوں کا وجود بھی مرزائیوں کے ہاں مشرکانہ خیال ہوگا۔'' (دفع الحجاج ص ۱۰ تا ۱۲ بحوالہ ہدایۃ الحیران ص ۸۶)

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ بندیالوی صاحب کے پاس انکار حیات کا عقیدہ قادیانی راستہ سے پہنچا ہے۔ البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ قادیانیوں کے ساتھ ان کی یہ فکری یکجہتی امت مسلمہ کے خلاف ایک گہری سازش کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

(سترہواں مغالطہ) خطبہ حجۃ الوداع اور اعلان پیغمبر ﷺ

بندیالوی صاحب خطبہ حجۃ الوداع کے ایک جملہ (ہوسکتا ہے کہ میں آئندہ سال تمہیں نہ دیکھ سکوں) پر انتہائی جذباتی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ قبر پر آنے والوں کو دیکھتے ہیں۔'' (ص ۱)

بندیالوی صاحب کی حالت انتہائی قابل رحم ہے وہ اپنے حوارین کے ذہنوں میں اپنا خانہ ساز اختراعی عقیدہ ٹھونسنے کے لئے غیر ثابت شدہ الفاظ کے اختراعی مفہوم کا سہارا لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ بندیالوی صاحب نے ترمذی ومشکوٰۃ کے حوالے جو مذکورہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ ہمیں تلاش بسیار کے باوجود وہ الفاظ نہیں مل سکے جن کا یہ ترجمہ ہو۔ اس کے برعکس ہمیں متعدد کتب میں آنحضرت ﷺ کے جو الفاظ ملے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

''ایھا الناس انی لا ارانی وایاکم نجتمع فی ھذہ المجلس ابدا'' یعنی اے لوگو، میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔'' (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰۳)

چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۴۹) میں اور قاضی سلیمان منصور

پوری ؒ نے (رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۲۲۷) میں یہی الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ گویا جن الفاظ کا یقینی ثبوت ہی موجود نہیں، وہ بندیالوی صاحب کی دلیل ہیں اور پھر ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اپنے سفر آخرت کی خبر دے رہے ہیں۔

لیکن اگر بالفرض بندیالوی صاحب کے مذکورہ الفاظ ثابت ہو بھی جائیں تو ان الفاظ سے مراد پیغمبر ﷺ صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی تکلیفی زندگی میں شاید تمہیں آئندہ سال میں نہ دیکھ سکوں۔ لہٰذا تم مسائل واحکام شرعیہ سیکھنے میں جلدی کرو۔ ان الفاظ سے کہیں بھی برزخ کے اندر آپ کے جسد اطہر سے تعلق روح کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ باقی رہا ان الفاظ پر بندیالوی صاحب کا جذباتی تبصرہ تو اس کے لئے ہم بندیالوی صاحب سے دست بستہ درخواست کریں گے کہ پوری دنیا کو دعوت مبارزت دینے سے قبل اپنے استاذ الاساتذ (جن کے ساتھ نسبت کو آپ اپنے لئے دنیوی واخروی سعادتوں کا ذریعہ خیال کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں) کی تحقیقات کا بھی جائزہ لے لیں۔ شاید پھر آپ کو ندامت وشرمندگی کی بنا پر اسلاف دیوبند کے خلاف اعلان جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے۔

چنانچہ حضرت مولانا حسین علی ؒ فرماتے ہیں کہ: ''ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کے لئے (قبر پر) آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔'' (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

غور فرمایئے کہ آپ کے استاذ الاساتذ تو عام اموات کے بھی اپنے زائرین کو دیکھنے اور پہچاننے پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ بدقسمتی سے ابھی تک آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہی یہ عقیدہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو فہم سلیم عطا فرمائے۔ آمین!

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے ۔۔۔ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

(اٹھارہواں مغالطہ) سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے ملاقات

آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا آخری وقت قریب ہے۔ اس پر سیدہؓ رنجیدہ وپریشان ہوگئیں تو آپ نے فرمایا: اے فاطمہؓ! میرے خاندان میں سے سب سے پہلے میرے ساتھ تمہاری ملاقات ہوگی جس پر سیدہؓ مسکرانے لگیں۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بندیالوی صاحب رقم طراز ہیں:

''بتایئے یہ ملاقات کہاں ہوئی؟ نبی اکرم ﷺ کی قبر منور حجرہ عائشہؓ میں ہے اور سیدہ فاطمہؓ کی قبر مقدس جنت البقیع میں ہے۔ کیا ان جسموں کا اس دنیا میں ملاپ ہوا؟'' (ص ۳)

ہم بندیالوی صاحب سے مودبانہ عرض کریں گے کہ جناب والا! اس کا تعلق احوال برزخ سے ہے اور احوال برزخ میں قیاس کی دخل اندازی سراسر گمراہی ہے۔ اس لئے یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ یہ ملاقات عالم برزخ میں ہوئی ہے اور عالم برزخ میں ارواح واجساد کا باہمی تعلق اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس اعتبار سے اگر یہ ملاقات علیین میں ارواح کے مابین ہوئی اور تعلق ارواح کی بنا پر ان کے اجسام مبارکہ نے بھی اس ملاقات کا لطف وسرور حاصل کیا تو اس میں مضائقہ ہی کیا ہے؟ لیکن بندیالوی صاحب سے ہم یہ سوال کرنے کی جسارت کریں گے کہ مذکورہ واقعہ میں آپ کا قیاسی استدلال تو قیاس مع الفارق کی حیثیت رکھتا ہے جب کہ اس واقعہ کا اجتہادی پہلو اس حقیقت کو پوری طرح آشکارا کر رہا ہے کہ بوقت فرمان پیغمبر برحق اور سیدہ فاطمہؓ کے درمیان ملاقات جسد مع الروح تھی اور سیدہ فاطمہؓ کو

جسد مع الروح ہی ملاقات کی بشارت دی گئی۔ لہٰذا یہ واقعہ عالم برزخ کے اندر ان کی روح مع الجسد ملاقات پر ہی دلالت کرتا ہے۔ اگر چہ اس کی کیفیت عالم برزخ کے اصول وقوانین کے مطابق ہی ہوگی۔ یعنی اجسام مبارکہ اپنے اپنے مقامات پر ہی موجود رہیں لیکن ارواح کی ملاقات کا لطف وسرور اجساد بھی اٹھائیں اور آج کے جدید ٹیکنالوجی کے سائنسی دور میں آڈیو اور ویڈیو، ٹیلیفونک وانٹرنیٹ، رابطوں نے تو اس مسئلہ کے سمجھنے میں مزید آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔

(انیسواں مغالطہ) مکان جنت میں داخلہ

بندیالوی صاحب نے آنحضرت ﷺ کے ایک روحانی معراج کا بھی ذکر فرمایا کہ اس میں آپ کو جنت کے اندر ایک خوب صورت مکان دکھایا گیا۔ آپ نے اس میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو جواب ملا کہ آپ کی زندگی کے کچھ ایام ابھی باقی ہیں، انہیں پورا کئے بغیر آپ اس مکان کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ بخاری شریف کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے بندیالوی صاحب رقم طراز ہیں کہ: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام الانبیاء علیہ السلام بعد از وفات اس دنیا والی قبر میں زندہ نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام میں زندہ ہیں۔'' (ص ۸)

بندیالوی صاحب کا یہ قیاسی استدلال ان کی نری جہالت اور فہم ناقص پر دلالت کرتا ہے۔ اولاً اس لئے کہ وہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ یہ واقعہ معراج روحانی کا ہے یعنی آپ کی روح مبارکہ معراج پر گئی اور آپ کا جسد اطہر آپ کے بستر مبارک پر موجود رہا تو کیا آپ کی روح مبارکہ سے کہا جا رہا ہے کہ تمہاری زندگی کے کچھ ایام ابھی باقی ہیں، پہلے وہ پورے کرو پھر اس جنتی مکان میں داخل ہونا؟ حالانکہ روح پر تو سرے سے موت ہی نہیں تو جب بندیالوی صاحب کے نزدیک بعد از وفات بھی اس جنتی مکان میں صرف روح ہی نے قرار پذیر ہونا تھا تو قبل از وفات اسے اس مکان میں داخلہ سے کیوں روکا گیا؟ شاید بندیالوی صاحب یہ عقدہ حل کر سکیں۔

وثانیاً: اس لئے کہ بندیالوی صاحب اس چیز کا اعتراف بھی فرما چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو وہ مکان جنت میں دکھایا گیا اور بخاری شریف کی اسی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ جنت کے اندر موجود عام مومنین اور شہداء کے مکانات میں داخل ہوئے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے ایام پورے کئے بغیر آپ جنت میں کیسے داخل ہو گئے؟ کیا بندیالوی صاحب اس کی وضاحت کرنا پسند کریں گے؟

جہاں تک ہمارے علم وفہم کا تعلق ہے تو اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کو صرف آپ کے سفر آخرت کے قریب ہونے کا اشارہ دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنا جنتی مکان بہت بلندی پر دکھایا گیا۔ جیسا کہ اس حدیث بخاری کے الفاظ ہیں کہ ''فرفعت راسی فاذا فوقی مثل السحاب قالا ذالک منزلک'' یعنی میں نے اپنا سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو میرے اوپر بادل کی طرح کی کوئی چیز تھی۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ آپ کا گھر ہے یعنی وہ مکان اتنی بلندی پر تھا کہ بادل کے ٹکڑے کی طرح محسوس ہوتا تھا۔

وثالثاً: اس لئے اگر اس مکان کا تعلق آخرت کی جنت کے ساتھ ہے تو اس میں داخلہ تو قیامت اور حساب وکتاب سے قبل ممکن ہی نہیں جیسا کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور اگر اس مکان کا تعلق عالم برزخ کی جنت سے ہے تو وہ بلا شک وشبہ روضہ اقدس ہے جس میں آپ آرام فرما رہے ہیں۔ اب بندیالوی صاحب کا مذکورہ موقف صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ روضہ اقدس کو جنت نہیں مانتے۔

(بیسواں مغالطہ) وفات پیغمبرؐ اور خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا امام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا ''من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات و من کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت'' یعنی تم میں سے جو آنحضرت ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ پس وہ تو تحقیق وفات پا چکے اور تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ پس بے شک اللہ زندہ ہے اس پر موت نہیں۔ اس خطبہ صدیقی پر تبصرہ کرتے ہوئے بندیالوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''لہٰذا ثابت ہوا کہ اصحاب رسول کی جماعت میں سے ایک شخص بھی نبی اکرم ﷺ کی بعداز وفات حیات دنیوی، حقیقی، حسی، جسمانی کا قائل نہیں تھا۔'' (ص ۷)

اصحاب علم بخوبی جانتے ہیں کہ خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ سے بھی صرف اور صرف وفات پیغمبرؐ کی خبر ملتی ہے۔ عالم برزخ کی حیات جسمانی کی نفی اس سے ہرگز لازم نہیں آتی اور نہ اس برزخی حیات کے اندر جسم وروح کے تعلق کے انکار کا کوئی اشارہ تک موجود ہے۔ اصحاب رسول کی پوری جماعت کا یہ موقف کہ برزخ کے اندر آپ کو بہ تعلق روح جسمانی حیات حاصل نہیں۔ اس خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ سے کہاں ثابت ہوا؟ یہ نہ پوچھئے کیونکہ اس کا تعلق صرف بندیالوی صاحب کے خواب وخیال سے ہے۔ لیکن بندیالوی صاحب نے اپنا روایتی طریقہ واردات اختیار کرتے ہوئے خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ تو نقل کر دیئے جن سے رحلت پیغمبر کی خبر ملتی ہے لیکن وہ الفاظ پی گئے جن میں قبر کے اندر حیات پیغمبر کا ثبوت موجود تھا۔ حالانکہ امام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں واضح فرمایا ''ان اللہ لا یجمع علیک موتتین'' یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ دوسری موت کون سی ہے؟ جو باقیوں پر آئے گی لیکن نبی علیہ السلام اس سے محفوظ رہیں گے؟ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ وہی موت ہے جو قبر میں ہر ایک کو نکیرین کے سوال وجواب کے بعد آئے گی۔ کیونکہ میت سے نکیرین کے سوال وجواب کے لئے اعادہ روح پر تمام اہل سنت والجماعت متفق ہیں اور احادیث صحیحہ اس پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

(اکیسواں مغالطہ) حیات شہداء روحانی یا جسمانی؟

بندیالوی صاحب نے شہداء کی حیات جسمانی اور ان کے اجساد سے ارواح کا عدم تعلق ثابت کرنے کے لئے سبز پرندوں والی روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''شہیدوں کی روحیں اللہ کے پاس جنت میں سبز پرندوں کی شکلوں میں ہیں۔'' (ص ۲۱)

بندیالوی صاحب کے مذکورہ الفاظ سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں کے نظریہ تناسخ کے قائل ہیں اور ارواح شہداء کے سبز پرندوں کی شکلیں اختیار کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ انسانی روحوں کا حیوانی شکلیں اختیار کرنا ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ ہے۔ جب کہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق ارواح شہداء پرندوں کی شکلیں اختیار نہیں کرتیں بلکہ پرندوں کے پیٹوں میں اس طرح سواری کرتی ہیں جیسے انسان ہوائی جہاز وغیرہ پر سواری کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مسلم (ج ۲ ص ۱۳۵) میں ''ارواحھم فی جوف طیر'' کے الفاظ اس کی واضح دلیل ہیں۔

پھر اہل سنت والجماعت جہاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شہداء کی ارواح عرش الٰہی کے نیچے قندیلوں کے اندر سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں موجود ہیں اور جنت کی سیاحت وطعام سے لطف اندوز ہوتی ہیں، وہاں ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ ان ارواح کا تعلق شہداء کے ابدان سے بھی قائم رہتا ہے جس سے ان کو حیات جسمانی حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی ہے اس لئے کہ موت اور قتل کا تعلق جسم سے ہے اور یہی ظاہر آیت کا مفہوم ہے۔'' (معارف القرآن ج ا ص ۲۴۹)

یعنی ارواح شہداء جس مقام پر بھی ہوں ان کا تعلق اجساد شہداء سے بدستور قائم رہتا ہے۔

(بائیسواں مغالطہ) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام

بندیالوی صاحب نے اپنے پمفلٹ میں حیات وسماع انبیاء علیہم السلام کے قائلین کو خوف خدا سے عاری، عبادالبطن، قبر پرستوں سے متاثر، ہٹ دھرم، ڈھیٹ اور قرآن وحدیث سے تہی دامن وغیرہ القابات سے نوازا ہے۔ لیکن قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہا نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر پاک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۱۰۰)

گویا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سماع انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بھی متفق علیہ ہے اور روضہ اقدس پر بوقت حاضری شفاعت مغفرت کا عرض کرنا بھی جائز ہے۔ اس کے باوجود ان کو شیخ الاسلام قرار دینا بندیالوی صاحب کا صریح دھوکہ اور تضاد نہیں تو کیا ہے؟ لیکن یہاں میں بندیالوی صاحب کی توجہ اس نکتے کی طرف ضرور مبذول کرانا چاہوں گا کہ وہ اقوال اسلاف وفقہاء کو جس بے دردی کی ساتھ مسترد کرتے ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس سے کہیں زیادہ محبت وعقیدت کے ساتھ انہیں قبول کرتے ہیں اور اپنے لئے انہیں دلیل بناتے ہیں۔ بندیالوی صاحب اس نکتہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور فرمالیں تو ان پر یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوجائے گی کہ:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں ۔۔۔ شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

(تیئیسواں) مغالطہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بندیالوی صاحب نے رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں) کو بھی اپنا فکری ہم نوا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ حالانکہ مولانا مرحوم برزخی حیات کے بارے میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

☆ ...... ''جب منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے۔ جب اس سے سوال ہوچکتا ہے تو پھر اس کی روح بلا تکلیف نکال لی جاتی ہے۔'' (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

☆ ...... ''سو جائز ہے کہ قبر میں سوال وعذاب اور راحت مومن اور کافر کے بعض جسم سے متعلق ہو نہ کہ سب اجزاء سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کی تنگی اور سوال کے لئے ان متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے جیسا کہ وہ حشر کے دن ایسا کرے گا۔'' (ایضاً ص ۲۵۷)

☆ ...... ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود شریف پڑھا تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔'' (ص ۲۱۱)

ان تین اقتباسات میں حضرت مولانا حسین علی مرحوم نے ''پتھریوں'' کے چار نظریات کا رد اور ایک شبہ کا ازالہ فرمایا ہے:

۱...... پتھری حضرات نہ تو زمینی گڑھے کو قبر مانتے ہیں اور نہ تنگی و فراخی قبر کی احادیث کا اس پر اطلاق تسلیم کرتے ہیں، بلکہ مقام روح کو ہی قبر اور اسی قبر میں جسم مثالی کے لئے تنگی و فراخی کا نظریہ رکھتے ہیں۔ جب کہ حضرت مولانا مرحوم نے زمینی قبر پر ہی ان احادیث کا اطلاق تسلیم کرکے پتھری نظریہ کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

۲...... پتھری حضرات مدفون فی الارض میت کے لئے اعادہ روح کے قائل نہیں جب کہ حضرت مرحوم نے سوالات نکیرین کے لئے میت کی طرف اعادہ روح کا اعتراف کرکے پتھری عقیدہ کے بخیے ادھیڑ دیئے۔

۳...... پتھری حضرات مدفون فی القبر میت کے لئے عذاب و راحت کا عقیدہ نہیں رکھتے جب کہ حضرت مرحوم نے بے تعلق روح میت پر عذاب و راحت کے اثرات کا اعتراف کرکے پتھری فکر کی گردن توڑ کے رکھ دی۔

۴...... پتھری حضرات روضہ اقدس کے اندر آنحضرت ﷺ کی حیات اور عندالقبر آپ کے سماع سے انکاری ہیں جب کہ حضرت مرحوم نے حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں اس عقیدہ کر برملا اعلان کرکے پتھریوں کی جہالت و گمراہی پوری طرح آشکارا کر دی ہے۔

شبہ اور اس کا ازلہ

پتھری حضرات عموماً یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ جس میت کے اجزاء جل جانے یا ڈوب جانے وغیرہ کی وجہ سے بکھر جاتے ہیں، اس کی طرف اعادہ روح کہاں ہوتا ہے؟ اور اس سے نکیرین کے سوالات کیسے ہوتے ہیں؟ حضرت مرحوم اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی! یہ کہ اس کے بعض اجزاء (جنہوں نے نیکی اور بدی میں کلیدی کردار ادا کیا) کی طرف اعادہ روح کرکے انہیں سوال و جواب اور راحت و عذاب کے مراحل سے گزارا جاتا ہے اور تنگی و فراخی قبر کے مراحل بھی انہیں ہی پیش آتے ہیں۔

دوسری: صورت یہ کہ قدرت الٰہیہ اس میت کے منتشر اجزا کو زمین کے کسی حصہ میں ایک جگہ جمع فرما دیتی ہے۔ جہاں اس کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے۔ اس سے نکیرین کے سوال و جواب بھی ہوتے ہیں اور تنگی و فراخی قبر کے مراحل بے طے پاتے ہیں۔ (متفرق اجزاء کی جمع کرنے کا ایک واقعہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے) حضرت مرحوم کے ان واضح عقائد کے باوجود انہیں ''پتھری مکتب فکر'' میں شامل کرنے کی کوشش کرنا ایک صریح دھوکہ اور کھلی بددیانتی ہے۔ یاد رہے کہ تحریرات حدیث حضرت مرحوم کی خود نوشت ہے جسے جھٹلانا بندیالوی صاحب کے بس کی بات نہیں۔

بندیالوی صاحب کے عالی سند ہونے کی حقیقت

آج کل ملک بھر کے اندر اپنی تقاریر کے ذریعہ بندیالوی صاحب اپنی سند کے عالی ہونے کا اظہار بطور فخر اس طرح فرماتے ہیں کہ: میں شاگرد ہوں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کا، وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا حسین علی صاحب ؒ کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے۔ اس طرح میں صرف ۲ درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی ؒ کا شاگرد ہوں اور میری سند عالی ہے۔

قارئین کرام! علمی اعتبار سے سند عالی اس کو کہا جاتا ہے کہ جس میں درمیانی واسطے کم سے کم ہوں۔ جس

سند میں جتنے درمیانی واسطے کم ہوں گے اتنی وہ عالی ہوگی اور یہ واقعی بہت بڑا شرف ہے۔ ہمارے ہاں علماء دیوبند میں عام طور پر علم حدیث کی تین بڑی سندیں متعارف ہیں۔ پہلی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے واسطے سے، دوسری فخر المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے واسطہ سے اور تیسری فقیہ الہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے واسطہ سے۔ مثلاً اس کی تفصیل اس طرح بیان کی جا سکتی ہے کہ:

(۱) بندہ ناچیز (عبدالحق خان بشیر) شاگرد ہے اپنے والد و مرشد امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کا، وہ شاگرد ہیں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے، وہ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کے اور وہ شاگرد ہیں قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے۔

(۲) بندہ ناچیز (عبدالحق خان بشیر) شاگرد ہے حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کا، وہ شاگرد ہیں فخر المحدثین علامہ کاشمیری کے، وہ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت گنگوہی کے۔ (رحمہم اللہ)

(۳) مولانا عطاء اللہ بندیالوی شاگرد ہیں مولانا محمد حسین نیلوی کے، وہ شاگرد ہیں فقیہ الہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے، وہ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے۔

اس اعتبار سے یہ تینوں سندیں ۳ درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تک پہنچتی ہیں۔ جب کہ رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کے شاگردوں کی سندیں صرف دو، درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تک پہنچتی ہیں اور یہ سند پہلی سندوں کے مقابلہ میں عالی ہے اور واقعی باعث فخر ہے۔ لیکن ہم بندیالوی صاحب سے اس مقام پر دو باتیں عرض کرنی چاہیں گے۔

پہلی: یہ کہ اس میں صرف ان کے لئے شرف خاص کی کیا بات ہے؟ جس کا اظہار و اعلان وہ تقریباً اپنی ہر تقریر میں کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ شرف بحمداللہ تعالیٰ ہمیں بھی حاصل ہے۔ اس لئے کہ میں شاگرد ہوں اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا، وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے۔ گویا مجھے بھی یہ سند عالی حاصل ہے کہ میں صرف ۲، درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا شاگرد ہوں۔

دوسری: یہ کہ کسی بھی عالم کی سند عالی اسی وقت اس کے لئے باعث فخر ہو سکتی ہے جب وہ اپنے جملہ اساتذہ کے علوم و نظریات کا امین و پیروکار بھی ہوں۔ اگر وہ اپنے اساتذہ کے افکار و نظریات کو قبول ہی نہیں کرتا تو اسے اپنی سند عالی پر فخر کرنے اور اس کی تشہیر کرنے کا کیا حق باقی رہ جاتا ہے؟ اب اگر اس پہلو سے ہماری اور بندیالوی صاحب کی سندوں پر نظر ڈالی جائے تو قارئین کرام اس میں بعد المشرقین پائیں گے۔ کیونکہ ہماری تینوں سندوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ جن ۷، اساتذہ کے نام پائے جاتے ہیں۔ الحمدللہ ہمارا فکر و نظریہ ان ساتوں اساتذہ کے فکر و نظریہ کے مطابق ہے۔

۱...... امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کا فکر و نظریہ ان کی کتب تسکین الصدور، سماع الموتی، المسلک المنصور اور الشہاب المبین وغیرہ میں موجود ہے۔ جو کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔

۲...... حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کا فکر و نظریہ تسکین الصدور پر لکھی گئی تقریظ میں بایں الفاظ مذکور ہے کہ تسکین الصدور کے اکثر حصے دیکھے اپنے موضوع میں مسلک اہل سنت والجماعت کے بیان میں کافی و شافی ہے۔

۳...... شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا فکر و نظریہ زیر نظر کتاب میں المہند علی المفند پر بندیالوی صاحب کے عدم اعتماد کی بحث میں بیان کر دیا گیا ہے۔

۴...... فخر المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فکر و نظریہ تسکین الصدور اور مقام حیات وغیرہ کتب میں بالتفصیل دیکھا جا سکتا ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ فرمالیجئے فرماتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی ملتا ہے اور نبی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان احادیث میں صرف حیات کا ذکر نہیں بلکہ یہ افعال حیات (زندوں والے کام) بھی ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ مٹی پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

۵...... رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فکر و نظریہ بھی زیر نظر کتاب میں اپنے مقام پر بصراحت مذکور ہے۔

۶...... شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا فکر و نظریہ بھی زیر نظر کتاب میں اپنے مقام پر موجود ہیں۔

۷...... قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فکر و نظریہ بھی اسی نظر کتاب میں اپنے مقام پر منقول ہے۔

غرضیکہ ہماری تینوں سندوں میں جن سات اساتذہ کا تذکرہ موجود ہے وہ سارے حیات انبیاء کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اجساد انبیاء کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس بندیالوی صاحب کی دو سندوں میں پانچ اساتذہ کا نام ملتا ہے اور وہ ایک کے علاوہ باقی سب کے فکر و نظریہ کو قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ آیئے اس کی مختصر وضاحت بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

۱...... مولانا سید محمد حسین صاحب نیلوی جو بندیالوی صاحب کے پہلے استاد ہیں۔ جن کا شمار طرز عمل کے اعتبار سے تو منکرین حیات میں ہوتا ہے۔ لیکن اصحاب علم جانتے ہیں کہ ان کا فکر و نظریہ ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص ان کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ وہ زیر بحث مسئلہ کا اثبات فرما رہے ہیں یا اس کی نفی کر رہے ہیں۔ لہٰذا صرف ان کے طرز عمل کے حوالہ سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے شاگرد بندیالوی صاحب سے متفق ہیں۔ لیکن ایک بات میں استاد اور شاگرد کے درمیان شدید اختلاف نظر آیا ہے اور وہ یہ کہ شاگرد (بندیالوی صاحب) امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر کے بارے میں اپنی تقریر و تحریر میں تلخ و نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے جب کہ استاد (نیلوی صاحب) اسے اپنی آخرت خراب کرنے کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے دو مکتوب بطور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

مکتوب اوّل

کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ کے کہ مولانا سرفراز احمد صدر مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کو سنی علماء اور غیر مقلد علماء رئیس المحرفین کہتے ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ مولانا سرفراز احمد صاحب اپنی مرضی کے مطابق قرآن حدیث اور دیگر کتب اسلامیہ میں ردوبدل کر دیتے ہیں اور اس میں ذرہ بھی عار محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنی اس غلط حرکت پر قائم رہتے ہیں جب کہ عمرو کہتا ہے کہ یہ غلط ہے اور مولانا سرفراز احمد صاحب جید عالم دین محقق اور محدث اعظم پاکستان پر الزام ہے۔ ایک اتنا بڑا عالم دین ایسی غلط حرکات نہیں کر سکتا۔ آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ بالکل حق اور صحیح وضاحت فرمائیں کہ مولانا سرفراز احمد صاحب پر یہ محض الزام ہیں یا یہ حقیقت ہے جواب تفصیل سے دیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے۔ والسلام! (سید جعفر حسین شاہ بخاری پیناکہ ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۵ر نومبر ۱۹۹۱ء)

الجواب بعون الملک الوہاب

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر ابوالزاہد زاداللہ مجدہ بہت جید عالم محقق نظار ہیں۔ جوہر باطل

فرقے کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ انہوں نے عیسائیوں، مرزائیوں، رضائیوں، سبائیوں کے خلاف قلمی جہاد کیا ہے اور تاحال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو حق گوئی اور باطل شکنی کی مزید توفیق عطا فرمائے اور اسی کام میں ان کو تادم آخر معروف رکھے ان کی کتابیں لوگوں بلکہ علماء کرام کے لئے مشعل راہ ہیں اور جب تک یہ کتابیں چھپتی رہیں گی لوگوں کو ان سے فائدہ ہوگا اور ان کو ثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ دولت نصیب فرمائے۔ باقی رہا ہمارا اور ان کا اختلاف سو اس سے ان کی علمیت پر اثر نہیں پڑتا اپنی اپنی سمجھ ہوتی ہے۔ ان کی سمجھ میں جو آیا انہوں نے لکھ دیا۔ ان کی ایسی اختلافی باتوں کو دیکھ کر ان کی نیت پر حملہ کرنا اہل انصاف کا کام نہیں ہے۔ آپ میرے بارے میں جو کچھ فرمائیں یا تحریر کریں اس سے ان کو معذور سمجھنا چاہئے۔ اشتہاروں میں جو کچھ میرے یا دوسرے بزرگوں کے بارے لکھا ہے میں نے معاف کیا ہے اور ان کے حق میں دعا گو ہوں اور مسلک میرا تبدیل نہیں ہوا۔ مسلک قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ الحمد للہ!

مکتوب دوم

ایک اشہار بنام ''مولوی سرفراز گکھڑوی کا اکابرین دیوبند سے کھلا اختلاف'' شائع ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے سرفرازی دھمال باز آپ کی کفری فیکٹری کا منہ منڈی جہانیاں اور قصور کے کتے کی طرف کیوں نہ ہوا نبی علیہ السلام کو بھونکنے والا یہ گستاخ شتر بے مہار ابلیس کا خصوصی تربیت یافتہ جب آپ کے سٹیجوں کی زینت بنتا ہے تو اس وقت تمہارے مردہ ضمیر میں غیرت کیوں نہیں آتی دریافت طلب امر یہ ہے کہ منڈی جہانیاں اور قصور کے کتے سے کون مراد لیا گیا ہے اور اس اشتہار میں درج ہے۔

امت کو مار ڈالا ہے کافر بنا بنا کر اسلام بہت ممنون ہے سواتیو تمہارا

کیا شعر بالکل سچ ہے یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب ارشاد فرمائیں علاوہ ازیں اشتہار مولوی سرفراز کی دورنگی چال، مولوی سرفراز احمد کا اکابر دیوبند سے کھلا اختلاف۔ قہر رب کائنات بر مبتدعین فی الحیات، سرفراز قادیان سے بازی لے گیا۔ اگر یہ اشتہار بھی ارسال فرمائیں تو احسان ہوگا۔ فقط والسلام! (سید جعفر حسین شاہ پیناکھ ۵ رنومبر ۱۹۹۱ء)

الجواب بعون الملک الوہاب

جس شخص نے اس طرح کی کتاب لکھی ہے میں نہ دیکھی نہ سنی۔ مگر نام اور اوپر کے لکھے ہوئے مضمون سے میں بری ہوں۔ سلجھے ہوئے عوام کا بھی یہ کام نہیں کہ اس طرح کے الفاظ نازیبا ایک جید، محقق، محدث، عالم کے متعلق کہیں۔ چہ جائے کہ علماء حق پرست۔ وہ تو کوسوں دور ایسے الفاظ سے بھاگتے ہیں۔ اس کا فرض ہے کہ اس کتاب کی اشاعت ترک کردے اور حضرت مولانا صاحب سے اپنے اس جرم کی ابھی ابھی معافی مانگے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور دعویٰ دائر ہو جائے وہاں کیا بنے گا؟ اللھم احفظنا من مثل ھذہ الاکاذیب والبھتان العظیم! (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

۲..... شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ جو بندیالوی صاحب کے دوسرے استاد ہیں۔ ان کا فکر ونظریہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی لکھی ہوئی تحریر سے واضح ہے۔ جس پر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط موجود ہیں۔ وہ اسی کتاب میں اپنے مقام پر مذکور ہے۔ نیز شیخ القرآن مرحوم نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اپنے

عقیدہ کی وضاحت ایک فتویٰ کے ذریعہ اس طرح بھی فرمائی ہے کہ: تعلق (روح کا جسم کے ساتھ) باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے۔ وتعلقے بقبر نیز ارواح را میباشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تھم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

۳...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو بندیالوی صاحب کے تیسرے استاد ہیں۔ ان کا فکر ونظریہ کتاب میں اپنے مقام پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۴...... حضرت مولانا حسین علی صاحب جو بندیالوی صاحب کے چوتھے استاد ہیں ان کا فکر ونظریہ بھی اسی کتاب میں اپنے مقام پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۵...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو بندیالوی صاحب کے پانچویں استاد ہیں۔ ان کا فکر ونظریہ بھی زیر نظر کتاب میں اپنے مقام پر مذکور ہے۔

غرضیکہ بندیالوی صاحب اپنے جملہ اساتذہ کے ساتھ نظریاتی وفکری مطابقت نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کے ساتھ نظریاتی مطابقت رکھنے والوں کو مشرک وبدعتی قرار دیتے ہیں۔ اس صورت حال میں ان کی عالی سند کو ان کے لئے کون باعث فخر تسلیم کرے گا؟

(چوبیسواں مغالطہ) قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیوبند کی پگڑیاں

بندیالوی صاحب نے دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر فضلاء دارالعلوم دیوبند کی دستار بندی کے حوالے سے بھی ایک گمراہ کن دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''اشاعت التوحید والسنۃ کے سابق نائب امیر اور ہم سب کے استاذ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں اسٹیج پر پگڑی بندھوائی گئی اور دیوبند کے ان اجارہ داروں سے کہا گیا کہ دارالعلوم کے دفتر سے اپنی اپنی پگڑیاں وصول کرلو۔ اس کے باوجود اشاعت التوحید والسنۃ والے دیوبندی نہیں اور یہ حضرات پکے دیوبندی ہیں۔ اس ڈھیٹ پن پر سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟'' (ص ۱۲)

بندیالوی صاحب نے یہ مفروضہ خیالی تحقیق حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم کے کتابچہ (الشہاب الثاقب ص ۲۹) سے سرقہ کی ہے۔ (جیسا کہ بندیالوی صاحب کی عادت وفطرت ہے) جس کا جواب امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اپنی معروف کتاب ''الشہاب المبین'' میں دے چکے ہیں اور بقول امام اہل سنت پگڑیوں کی تقسیم کے بارے میں (قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا مذکورہ مؤقف پیرانہ سالی میں غلط بیانی کی بدترین مثال ہے۔ اس کی تفصیلات ''الشہاب المبین'' میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔ باقی رہی بات اس سے دیوبندیت کے بندیالوی استدلال کی تو ہم بڑے ادب واحترام کے ساتھ ان سے چند سوالات کرنا چاہیں گے۔

۱...... مسلک دیوبند کی طرف نسبت کے لئے پگڑی اور دستار دلیل بن سکتی ہے یا عقائد ونظریات؟ ایک طرف پگڑی اور دستار ہے اور دوسری طرف اسلاف دیوبند کی تعلیمات وتحقیقات کی روشنی میں مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے روح کا تعلق نہ ماننے اور عندالقبر آپ کے سماع کا انکار کرنے والے بدعتی اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ نسبت کے ان دونوں پہلوؤں کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندیالوی صاحب کی جماعت دستار دیوبندی ہے جو دارالعلوم کے فتویٰ کے مطابق نظریاتی طور پر بدعتی اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ جب کہ ہم الحمدللہ نظریاتی دیوبندی ہیں جیسا کہ تسکین الصدور پر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم (حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ)، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث (حضرت مولانا فخرالدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی (حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی تقاریظ وتصدیقات اس پر شاہد ہیں۔

۲...... اگر دیوبند کے سٹیج پر پگڑی بندھوانا دیوبندیت کی دلیل ہے تو سٹیج پر مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء کی دستار بندی بھی ہوئی۔ جن کی تصدیقات تسکین الصدور پر موجود ہیں۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ ان میں سے نظریاتی واصلی دیوبندی کون ہے؟ تسکین الصدور کی مخالفت کرنے والے یا اس کی تائید وتصدیق کرنے والے؟ جب کہ وہ اپنے رسالہ میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائلین کو نام نہاد اور جعلی دیوبندی قرار دیتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اس تضاد کو ضرور دور فرمائیں گے۔

۳...... بندیالوی صاحب کی طبع نازک پر اگر گراں نہ گزرے تو ہم ان سے یہ پوچھنے کی جسارت کریں گے کہ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے حوالے سے اپنی جماعت کے نائب امیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ تو کیا ہے۔ لیکن اپنی جماعت کے امیر سید عنایت اللہ شاہ بخاری کا تذکرہ نہیں کیا جنہوں نے اپنی متعدد تقاریر میں ان تقریبات کی مخالفت کرتے ہوئے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ ہم جشن میلاد کی مخالفت کرتے ہیں اور قاری طیب جشن دیوبند کی بدعت اختیار کر رہا ہے۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ جس اجتماع کو ان کا امیر بدعت قرار دے رہا ہے۔ اس اجتماع پر ان کے نائب امیر کی دستار بندی کیوں قابل فخر ہے؟

تری بزم میں اور بھی گل کھلیں گے اگر رنگ یاران محفل یہی ہے

قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

باقی رہی بات مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی کی تو اس کے لئے عرض ہے کہ قاضی صاحب عقیدہ حیات النبی میں ہرگز آپ کے ہم نوا نہ تھے جیسا کہ ان کی تحریرات ومکاتیب سے ظاہر ہے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

۱...... قاضی صاحب مرحوم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اختلافات کے ابتدائی دور میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ: ’’آپ جب یہ معلوم کر چکے کہ ہماری عام جماعت مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح سالم محفوظ ہے، روح کا ایک غیر مدرک بالکلیہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ قبر کے نزدیک سے صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں گو روح اطہر کا مقام اعلیٰ علیین ہے جیسا کہ علماء اہل سنت والجماعت نے اس کی تصریح فرمائی ہے (اس سے حضرت قاضی صاحب مرحوم کا اشارہ جماعت کے اس فیصلے کی طرف ہے جو ۲۲ر جولائی ۱۹۶۲ء کے منعقدہ اجلاس میں کیا گیا جس میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مولانا قاری محمد طیب صاحب کی اس تحریر کی

توثیق و تائید کی گئی۔ جس پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ پہلے ہی تائیدی دستخط فرما چکے تھے اور یہ فیصلہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی اگست ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ بشیر) تو اب ہماری عام جماعت سے آپ لوگوں کا کیا اختلاف باقی رہا؟ ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے، حیات روحانی کے قائل ہیں۔ ہماری کوئی ایسی پاور ہے نہیں کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بنا پر قائم ہیں وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ بایں ہمہ ہم آپ حضرات سے بھی پرانے تعلقات خوش گوار ہی چاہتے ہیں اگر آپ لوگ ازراہ کرم اس استدعا کو قبول فرمالیں تو اس میں اسلام، اہل اسلام اور جماعت علماء دیوبند کا بھلا اور خیر خواہی ہوگی۔'' (بحوالہ ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۴۷)

حضرت جالندھری رحمہ اللہ ہی کے نام اپنے ایک دوسرے مکتوب میں قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''روح طیب کے اعلیٰ علیین میں ہوتے ہوئے اس کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق (جس کی کنہ اور پوری کیفیت ہم نہیں جانتے) تسلیم کرتے ہیں جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہم نے لکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس، قبر اطہر کے پاس سے آنحضرت ﷺ کی سماع کے (جیسا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے لکھا ہے) قائل ہیں۔'' (بحوالہ ایضاً ص ۴۸)

حضرت قاضی صاحب مرحوم کے ان مکتوبات سے پانچ چیزیں پوری طرح واضح و آشکارا ہیں:

پہلی: یہ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ کو اعلیٰ علیین میں ماننے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور اس چیز کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اور علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ جیسے اکابرین بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس سے بندیالوی صاحب کے نقل کردہ وہ تمام حوالہ جات تار عنکبوت کی طرح بکھر جاتے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ کے اعلیٰ علیین میں موجود ہونے کا ذکر ہے۔ کیونکہ بندیالوی صاحب نے ان حوالہ جات سے جسد اطہر کے ساتھ روح مبارکہ کے عدم تعلق کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ ان کی جماعت کے سابق مرکزی نائب امیر حضرت قاضی صاحب مرحوم (جن کی دستار بندی کو بندیالوی صاحب اپنے لئے باعث فخر قرار دیتے ہیں) روح مبارکہ کے علیین میں ہونے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ بندیالوی صاحب اپنے پیمانہ تحقیق کے مطابق اپنے اس نائب امیر کو (بعد از مرگ) کب نام نہاد دیوبندی قرار دیتے ہیں اور انہیں قابل فخر دستار دیوبند سے کب محروم کرتے ہیں؟

دوسری: یہ کہ قاضی صاحب مرحوم عند القبر آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور شیخ حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ جیسے اسلاف بھی اسی کے قائل ہیں۔ یقیناً اب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام قرار دینے کے نظریہ پر بندیالوی صاحب کو نظر ثانی کرنی پڑے گی اور یقیناً وہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو نام نہاد دیوبندی اور قبر پرستوں سے متاثر قرار دینے میں کوئی عار محسوس نہ کریں گے۔

تیسری: یہ کہ قاضی صاحب مرحوم کے نزدیک پوری جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ حیات انبیاء کی قائل تھی سوائے چند حضرات کے، جو جسد اطہر کے ساتھ تعلق روح سے انکاری اور حیات روحانی کے قائل تھے۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی اب پوزیشن کیا ہے؟

چوتھی: یہ کہ قاضی صاحب مرحوم کے پاس ان چند ضروری اور ہٹ دھرم قسم کے افراد کو اپنا ہم مسلک

بنانے اور انہیں امت کے اجماعی عقیدہ کا قائل کرنے کے لئے کوئی پاور اور طاقت موجود نہ تھی۔ قاضی صاحب مرحوم کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضدی افراد اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے دلائل کی نہیں بلکہ طاقت و پاور کی زبان سمجھتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ: لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے!

پانچویں: یہ کہ ان ضدی وہٹ دھرم قسم کے لوگوں سے حضرت قاضی صاحب مرحوم کا تعلق مسلکی ونظریاتی بنیادوں پر نہ تھا بلکہ ان کے ساتھ صرف ان کا تنظیمی تعلق تھا جو اشاعت عقیدہ توحید کے لئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب مرحوم اپنی معروف کتاب ''تسکین القلوب'' میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

☆ ...... ''فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو، پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تالم وتلذذ میں روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کرام کے قول پر دینا چاہئے۔'' (ص ۴۷)

اسی طرح اپنی کتاب ''التعلیق الفصیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح'' میں فرماتے ہیں کہ:

☆ ...... ''فقہاء کرام کے نزدیک عذاب وراحت روح وجسم دونوں کو ہے اور جسم اس میں روح کے ساتھ شریک ہے۔'' (ص ۳۹)

قاضی صاحب مرحوم کے مذکورہ حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تو عام اموات کے اجسام سے بھی تعلق روح کے قائل ہیں اور قبر کے عذاب وراحت میں جسم وروح دونوں کو شریک مانتے ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ سے تعلق روح کا انکار کیسے کر سکتے ہیں؟

قاضی صاحب کی طرف سے دعوت مباہلہ

چنانچہ ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے بعض عاقبت نااندیش حواریوں نے جب ان سے ''الشہاب الثاقب'' تحریر کروائی تو اس کے جواب میں حضرت والد محترم مدظلہ نے ''الشہاب المبین'' تالیف فرمائی۔ اب ان حوارین کے لئے ''الشہاب المبین'' کے دلائل وبراہین کا جواب تو ممکن نہ تھا اس لئے انہوں نے حضرت قاضی صاحب مرحوم سے حضرت والد محترم کے لئے مناظرہ ومباہلہ کا چیلنج نشر کروا دیا جس کی عبارت درج ذیل ہے: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مولوی سرفراز صاحب بذات خود میرے ساتھ مناظرہ کرلیں یا مباہلہ کرلیں یا مباہلہ اور مناظرہ دونوں کرلیں۔ اس لئے کہ اس دنیا سے انتقال کے بعد قبر مبارک میں وہ کہتے ہیں حیات دنیویہ ہے، میں کہتا ہوں کہ دنیویہ نہیں بلکہ اخرویہ، برزخیہ ہے جو نہ کرے وہ جھوٹا ہوگا۔''

امام اہل سنت کی طرف سے دعوت مباہلہ کا جواب

جس کے جواب میں حضرت شیخ مدظلہ نے قاضی صاحب مرحوم کے نام ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا: اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمالیجئے۔ قاضی صاحب کی کتب التعلیق الفصیح اور تسکین القلوب کے سطور بالا میں منقول حوالہ جات نقل کرنے کے بعد حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

''محترم! آپ خود انصاف سے فرمائیں (اگر آپ کے نزدیک انصاف کسی چیز کا نام ہے) کہ آپ بھی روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حیات کے قائل ہیں اور اسی پر فتویٰ بھی دیتے ہیں اور میں بھی اسی دنیوی بدن اور عنصری جسم کے ساتھ حیات کا قائل ہوں اور تصریح کی ہے کہ یہ حیات اہل دنیا کے ادراک وشعور سے بالاتر ہے اور یہ حیات اس

مذکور معنی میں دنیوی بھی ہے کہ روح کا تعلق بدن دنیوی سے ہے اور برزخی بھی ہے کہ برزخ میں ہے۔(المہند ص ۳۸) میں ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے الی قولہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔الخ اور اس پر علماء دیو بند کے چوبیس اکابر کی تصدیقات ثبت ہیں۔جن میں حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی ہیں۔ آپ کہنہ مشق مدرس عالم ہیں، فرمائیے کہ یہ نزاع لفظی ہے یا نزاع حقیقی؟ انصاف آپ پر ہے چھوڑا جاتا ہے۔"

پھر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۶۰ء میں منقول اس فتویٰ کا ذکر کرنے کے بعد کہ جس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس عالم دنیا سے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں مثل شہداء بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی ہے۔وہ حیات دنیویہ نہیں بلکہ اس سے بدرجہا اعلیٰ وارفع، اجمل وافضل حیات برزخیہ ہے۔لیکن اگر کوئی اسے حیات دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپ کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل سنت سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔اس فتویٰ پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد طیب پنج پیری، مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی عصمت اللہ اور مولانا محمد امیر بندیالوی وغیرہ پچاس علماء کے دستخط موجود ہیں۔

حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ:"ان جملہ حضرات نے حیات دنیویہ کی تعبیر کو بھی اہل سنت کا مسلک قرار دیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ محترم! آپ نے ان سب حضرات کو یا ان میں سے بعض کو مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیوں نہیں دیا؟ کیا اس کارروائی کے لئے کھلونا اور تختہ مشق آپ کو صرف مولوی سرفراز ہی نظر آیا ہے؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ پھر ان حضرات میں آپ کا اپنا اسم گرامی بھی ہے۔آپ کو اس حیات کو دنیوی حیات سے تعبیر کرنے والے جناب قاضی شمس الدین صاحب ساکن مجاہد پورہ (گوجرانوالہ) کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اگر ویسے نظر نہیں آتے تو شیشے میں دیکھ لیں، ضرور نظر آجائیں گے۔الغرض اس مسئلہ میں محترم کے مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج بالکل بے سود، بے کار، مہمل اور سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنے متعصب اور حقیقت ناشناس حواریوں کو خوش کرنے کا ایک ناکام بہانہ ہے۔" الخ

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراف حقیقت

چنانچہ حضرت شیخ مدظلہ کے اس مکتوب کے جواب میں قاضی صاحب مرحوم نے تحریراً تسلیم کیا کہ یہ نزاع لفظی ہے۔لہٰذا مباہلہ اور مناظرہ کی ضرورت نہیں۔مناظرہ اور مباہلہ کے اس چیلنج کے سلسلے میں قاضی صاحب مرحوم کی ابتدائی تحریر سے آخری تحریر تک کی تمام کارروائی ملاحظہ حضرت شیخ مدظلہ کی کتاب "المسلک المنصور" (ص ۴۰ تا ۵۱) پر منقول و مذکور ہے۔وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ قاضی صاحب مرحوم آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ تعلق روح کے قائل تھے۔البتہ وہ اسے صرف حیات برزخی قرار دیتے تھے۔یہاں تک کہ جمعیت اشاعت التوحید میں ایک موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے غلو اور مولوی احمد سعید ملتانی کے شدید تعصب کی وجہ سے انتشار کی صورت پیدا ہوگئی اور بہت سے حضرات نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ان حضرات میں حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔اس دوران قاضی صاحب مرحوم نے بھی اسی وجہ سے استعفاء دے دیا۔

چنانچہ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:"احقر نے تو جمعیۃ

(اشاعت التوحید) سے استعفاء دے دیا ہے، ویسے برادرانہ تعلقات مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب دونوں سے بدستور رکھوں گا۔ مگر اب عمر بڑی اور ضعف پیری کے باعث اتنے جھگڑوں اور جھمیلوں میں پڑ نہیں سکتا۔ اس لئے عافیت اسی میں سمجھی کہ کنارہ کش ہو جاؤں۔" (بحوالہ دعوت الانصاف ص ۲۸)

مذکورہ صورت حال کی روشنی میں دیکھیں اب بندیالوی صاحب کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اب بھی انہیں قاضی صاحب مرحوم کی دستار بندی پر فخر ہی رہے گا یا وہ ان سے براءت و بیزاری کا اعلان کر دیں گے۔ ان کی ذہنی حالت یقیناً یہی ہوگی کہ:

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

بندیالوی صاحب سے ایک مشکل سوال

جمعیت اشاعت التوحید کے پچاس علماء جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی تسلیم کرنے والے حضرات کو اہل سنت تسلیم کیا ہے۔ ان میں بندیالوی صاحب کے والد محترم مولانا محمد امیر بندیالوی کا نام بھی موجود ہے اور اس فیصلہ پر ان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ کیا بندیالوی صاحب اپنے والد محترم کے اس فیصلہ پر لب کشائی کرنا پسند فرمائیں گے؟

قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ اور امام اہل سنت

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین حیات کی طرف سے ملک بھر میں کئے گئے اس پروپیگنڈہ کا جواب بھی تحریر کر دیا جائے کہ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی نماز جنازہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی اقتداء میں کیوں پڑھی؟ ۱۹۹۹ء میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں احقر نے "مسلک علماء دیوبند" کے عنوان سے ایک تحریری مقالہ پیش کیا۔ جو ماہنامہ "نصرت العلوم" گوجرانوالہ میں شائع ہو گیا۔ اس کی اشاعت بعض منکرین حیات کی طبیعت پر بڑی گراں گزری۔ چنانچہ واہ کینٹ کے ایک بزرگ نے مجھے خط لکھا۔ جس میں دیگر باتوں کے علاوہ قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کا تذکرہ بھی موجود تھا۔ میں نے اسی وقت اس خط کا جواب ارسال کر دیا۔ خط اور اس کا جواب قارئین کی ضیافت طبع کے لئے حاضر ہے۔

برادر عزیز حضرت مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا مضمون "مسلک علماء دیوبند" ماہنامہ نصرت العلوم" جولائی ۱۹۹۹ء میں پڑھا۔ اگر یہ مضمون "حق چار یار" یا کسی اور رسالہ میں چھپتا تو کوئی فکر کی بات نہ تھی۔ چونکہ مدرسہ نصرت العلوم ایک مرکزی ادارہ ہے اور ملک میں اس کا مقام ہے۔ یہ رسالہ بھی مدرسہ کا ہے۔ اس ادارہ کے شیخ الحدیث امام اہل سنت استاذی المکرم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر ہیں۔ جو مجلس عمل علماء اسلام پاکستان کے امیر ہیں اور آپ کے بھائی حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے مجلس عمل کے قیام میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ مجلس عمل کے قیام کا مقصد علماء دیوبند سے وابستہ جماعتوں کو اکٹھا کرنا ہے۔ آپ نے اس مضمون میں پانچ فتنوں کا ذکر کیا ہے۔ بقول آپ کے یہ فتنہ ہے تو اس کا پانچواں نمبر کیسے ہے؟ مرزائی اور پرویزی وغیرہ تو بہت پہلے کے ہیں۔ یہ تو دیر سے شروع ہوا۔ آپ نے اس فتنہ کا ذکر رافضی تبرائیوں اور مرزائیوں کے ساتھ کیا جو کہ کافر ہیں۔

اب میرا سوال ہے سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو آپ کیا سمجھتے ہیں، آپ کھل کر لکھیں تو معلوم ہو کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی کیا حیثیت ہے کیا وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔ ساتھ ہی آپ یہ بتائیں کہ جمعیت اشاعۃ التوحید

والسنۃ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جب شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فوت ہوئے تو ان کی نماز جنازہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے پڑھائی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب نے ان کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی تو نماز جنازہ کے بارے میں آپ وضاحت فرمائیں۔ اگر آپ جمعیت اشاعت التوحید کو علماء دیوبند کی جماعت سے خارج سمجھتے ہیں تو مجلس عمل علماء اسلام سے خارج کروائیں۔ تا کہ عوام غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ایک طرف تو علمائے دیوبند اتحاد کی کوشش کررہے ہیں جس کی وجہ سے آپس میں قرب ہوا۔ جو ایک دوسرے کو ملنے کے لئے تیار نہ تھے مل کر بیٹھے، غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ عجیب بات ہے جب بھی ہمارے بزرگ اتحاد کی کوشش شروع کرتے ہیں تو کچھ لوگ انتشار کا منصوبہ لے کر سامنے آجاتے ہیں۔ آپ نے دور سادس میں جہاں اور ہمارے اکابر کا ذکر کیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا کردار اتنا بلند ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب دعوت وعزیمت میں ذکر خیر کیا۔ حالانکہ حضرت صاحب، حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کے شیخ ہیں۔ ایک موقع پر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا تھا کہ میری سند اس وقت سب سے عالی ہے۔ کیونکہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب کا شاگرد ہوں۔ چند باتیں مجلس عمل کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے تحریر کی ہیں۔ کیونکہ علماء کرام اور دوسرے حضرات جب اس قسم کے مضامین پڑھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ مجلس عمل کیا ہے؟ ایک طرف اتحاد کی دعوت اور دوسری طرف انتشار۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی وفات پر نصرت العلوم میں تعزیتی سطور پڑھ کر علماء کرام بے حد خوش ہوئے تھے اور آپس میں قرب کی علامت قرار دیا۔ شاید وہ خوشی ہم پچانہ سکے۔ فقط والسلام عبدالجلیل (خادم شعبہ تجوید جامعہ صدیقیہ) بستی لالہ رخ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد (یا اللہ مدد) خلافت راشدہ حق چار یار رضی اللہ عنہم

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بزرگوارم مولانا قاری عبدالجلیل صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ موصول ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ، مسلسل تبلیغی اسفار کی وجہ سے جواب میں تاخیر پر معذرت خواہ ہوں، آپ کے گرما گرم اور جلے بھنے مکتوب کے حوالہ سے چند باتیں مختصراً پیش خدمت ہیں: شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات!

۱...... میرے مقالہ بعنوان ''مسلک علماء دیوبند'' کی ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' میں اشاعت آپ کی طبع نازک پر گراں گزری، خدا معلوم کیوں؟ کیونکہ نصرت العلوم کے مذہب ومسلک سے زمانہ واقف ہے، مختلف سیاسی ومذہبی تحریکات میں شرکت کے باوجود اس نے کبھی بھی اپنے نظریاتی مؤقف سے دستبرداری اختیار نہیں کی۔ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ وقتی مصالح کی بناء پر کسی اتحاد میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد اپنے عقیدہ ونظریہ کا اظہار بھی ترک کردے گا۔

۲...... آپ نصرت العلوم کے فیض یافتہ ہیں۔ یقیناً آپ نے بوقت داخلہ، داخلہ فارم بھی پر کیا ہوگا۔ جس میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت موجود ہے۔ کیا منکرین حیات کی وکالت کر کے آپ اپنی مادر علمی سے بغاوت نہیں کر رہے؟

۳...... یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ تحریک دیوبند کے ۲ پہلو ہیں۔ ایک نظریاتی واعتقادی اور دوسرا سیاسی۔ نظریاتی حوالہ سے تحریک دیوبند میں کبھی فکری تغیر رونما نہیں ہوا۔ البتہ سیاسی اعتبار سے ارباب دیوبند نے بعض مصالح کی بناء پر مختلف اتحادوں میں شرکت ضرور اختیار کی ہے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم، تحریک

قیام پاکستان اور تحریک نظام مصطفیٰ وغیرہ تحریکیں اس پر شاہد ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وقتی اتحادوں کی بناء پر ارباب دیوبند نے اپنے افکار کا اظہار ترک کر دیا ہو یا نظریاتی پسپائی اختیار کر لی ہو۔ کیا ماضی کی ہر تحریک میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم شامل نہیں رہے؟ اور کیا انہوں نے ان تحریکوں میں شامل بریلوی مکتب فکر کے بارہ میں اپنے نظریاتی نکتہ نظر کا اظہار ترک کر دیا؟ اگر ایسا نہیں ہوا تو مجلس عمل علماء اسلام کے وقتی اتحاد کی بناء پر آپ ہمیں اپنے نظریاتی نکتہ نظر کے اظہار سے کیسے رک سکتے ہیں؟ جب کہ آپ بھی جانتے ہیں کہ مجلس عمل علماء اسلام ایک سیاسی اتحاد پلیٹ فارم ہے۔ جس کا مقصد دیوبندیت کے سیاسی مفادات کا تحفظ ہے اور یہ اتحاد برطانوی پارلیمنٹ کی اس قرارداد کے جواب میں معرض وجود میں آیا جس میں برصغیر پاک وہند کے اندر یورپین ممالک کے سیاسی و مذہبی مفادات کی راہ میں دیوبندیت کو سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا گیا اور جہاں تک دیوبندیت کی نظریاتی بنیادوں کا تعلق ہے تو شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کے عقائد وافکار آج بھی انہیں بنیادوں پر قائم ہیں۔ انہوں نے نہ ''تسکین الصدور'' سے دستبرداری اختیار کی ہے اور نہ ''سماع موتیٰ'' سے پسپائی۔

۴..... باقی رہی بات مجلس عمل میں جمیعت اشاعت التوحید کی شرکت کی تو محترم! جمیعت کے مرکزی قائدین اپنے تنظیمی آرگن ''نغمہ توحید'' میں صاف اعلان کر چکے ہیں کہ ہمارا مجلس عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ اور ان کا حلقہ مجلس عمل میں شامل ہے اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت شیخ القرآن اور ان کا حلقہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر میں اسلاف دیوبند سے الگ نہ تھے۔

۵..... آپ نے جمیعۃ اشاعت التوحید کے بارہ میں میرا مؤقف دریافت فرمایا ہے تو محترم! اسلاف دیوبند کی تحقیقات کی روشنی میں میرا مؤقف یہ ہے کہ جمیعۃ اشاعت التوحید کے جو اکابر واصاغر روضہ اقدس میں آنحضرت ﷺ کی روح مع الجسد حیات کے منکر ہیں، عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام سے انکاری ہیں اور روح مع الجسد عذاب وراحت قبر تسلیم نہیں کرتے وہ مسلک دیوبند اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور جمیعت کے جو افراد ان عقائد سے انکاری نہیں۔ صرف عام اموات کے سماع کے منکر ہیں وہ اہلسنت والجماعت سے خارج نہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی اموات کا سماع اختلافی مسئلہ ہے۔

۶..... جہاں تک حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں حضرت شیخ مدظلہ کی شرکت کا تعلق ہے تو دو باتیں ذہن نشین رکھئے۔ پہلی یہ کہ حضرت قاضی صاحب مرحوم عقیدہ حیات النبی ﷺ میں اسلاف دیوبند کے پوری طرح ہمنوا تھے۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی روح مع الجسد حیات اور عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کے قائل تھے۔ لہٰذا ان کی نماز جنازہ ادا کرنا کوئی جرم نہ تھا۔ دوسری یہ کہ قاضی صاحب مرحوم کے برادرزادے مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب (امیر جمیعۃ اشاعت التوحید والسنۃ پنجاب) متعدد بار حضرت شیخ مدظلہ کے سامنے اعتراف فرما چکے تھے کہ میرا اور میرے والد محترم حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارہ میں وہی ہے جو اکابرین دیوبند کا ہے اور جس کی وضاحت تسکین الصدور میں کی گئی ہے۔ البتہ مجھے عام اموات کے سماع میں اختلاف ہے، لہٰذا ان کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کرنے میں بھی شرعاً حرج نہ تھا۔

قاضی شمس الدین مرحوم کی نماز جنازہ کے لئے قاضی عصمت اللہ صاحب نے حضرت شیخ مدظلہ سے وعدہ کیا کہ نماز

جنازہ میں خود پڑھاؤں گا۔ ان کے وعدہ پر اعتماد کر کے حضرت شیخ جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن جب صفیں سیدھی ہو چکی تو عین وقت پر نماز جنازہ کی امامت سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو سونپ دی گئی۔ جو ایک صریح دھوکہ اور وعدہ خلافی تھی۔ ایسے وقت میں حضرت شیخ کا قصور صرف اتنا ہے کہ انہوں نے صفوں سے علیحدہ ہونا مناسب نہ سمجھا اور اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ کیا آپ جمعیت کے اکابر یا اصاغر پر اس دھوکہ اور وعدہ خلافی کی کوئی فرد جرم عائد کرنا پسند کریں گے؟

۷...... کیا آپ واقعی اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری، زندگی کے آخری سالوں میں قائلین سماع موتی کو کھل کر کافر قرار دیتے تھے اور اسے قرآن پاک کی نص قطعی کے خلاف سمجھتے تھے۔ ان کا یہ فتویٰ ''رجوع الی الحق'' کے عنوان سے ''نغمہ توحید'' کے اندر شائع ہو چکا ہے۔ شاہ صاحب کے اس تکفیری فتویٰ کو پیش نظر رکھ کر فرمایئے کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے جن اکابر واصاغر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب نوراللہ مرقدہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اقتداء میں ادا کی۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیونکہ حضرت شیخ کا نظریہ سماع موتی تو کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں اور اگر آپ کو شاہ صاحب کے تکفیری فتویٰ سے اختلاف ہے تو اس کی بھی کھل کر وضاحت کیجئے اور فرمایئے کہ اس غلط فتویٰ کی بنا پر خود شاہ صاحب کیا قرار پائیں گے؟

۸...... آپ کا مجھ پر یہ الزام بھی حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے کہ میں دیوبندی اتحاد کی راہ میں رکاوٹ ہوں۔ محترم! اگر میں نے مسلک دیوبند کی ترجمانی اسلاف دیوبند کی تحقیقات سے ہٹ کر کی ہے تو اس کی نشاندہی کیجئے میں ان شاءاللہ العزیز! اس سے رجوع کروں گا اور اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکیں اور ان شاءاللہ العزیز! نہ ثابت کر سکیں گے تو پھر خدارا اپنے قلم کا رخ ان کی طرف پھیر یئے جنہوں نے مسلک دیوبند کی نظریاتی وحدت کو ۱۹۵۶ء میں اس وقت پارہ پارہ کیا جب ابھی ۱۹۵۳ء کے شہداء ختم نبوت کے مقدس لہو کی سرخی بھی مدہم نہ پڑی تھی۔ انہوں نے شہدائے ختم نبوت کے لہو سے غداری کرتے ہوئے مسلک دیوبند کے خلاف ایک ایسے پتھری مکتب فکر کی بنیاد رکھ دی۔ جس کے لئے انہیں ''نظریاتی میٹریل'' چودہ سو سالہ اسلامی ذخیرہ سے نہ مل سکا۔ لہٰذا انہیں اپنے ''فکر جدید'' کی بنیاد قرآن پاک کی ''تفسیر بالرائے'' پر رکھی پڑی۔ چودہ سو سالہ تفسیری کتب پر نہ صرف عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا بلکہ انہیں قول اور قولیاں قرار دے کر ان اکابر کا برسرعام تمسخر اڑایا گیا۔

محترم! آپ ان سے یہ سوال کرنے کی جسارت کریں گے کہ آپ نے مسلک دیوبند کی نظریاتی وحدت پارہ پارہ کر کے شہدائے ختم نبوت کے لہو سے غداری کیوں کی؟ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ مسلکی جانب داری کی بنا پر ایسا نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ آپ کے پاس لینے اور دینے کے پیمانے ہی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ محترم! اگر آپ اتحاد ویکجہتی کے اتنے ہی خواہش مند ہیں تو اپنے اندر اخلاقی جرأت پیدا کیجئے اور ہمارا قلم پکڑنے کی بجائے ان کا ذہن اپنی گرفت میں لیجئے جو مسلک دیوبند سے کٹ کر اپنا جداگانہ نظریاتی تشخص قائم کر چکے ہیں۔ اگر آپ ایسا کر سکیں تو میں آپ کو پختہ یقین دلاتا ہوں کہ مسلک دیوبند کا ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر اتحاد عمل میں آسکتا ہے۔

۹...... باہم مل بیٹھ کر غلط فہمیاں دور کرنے کا شوشہ بھی آپ نے خوب چھوڑا۔ محترم! کیا اجتماع خیرالمدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی کوششیں اسی مقصد کے لئے نہ تھیں؟ کیا شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے لاہور شیرانوالہ میں اجلاس اسی مقصد کے تحت طلب نہ کیا تھا؟ اور کیا حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی دیوبند سے پاکستان آمد اسی مقصد کے تحت نہ تھی؟ کس نے ان کوششوں کو سبوتاژ کیا؟ ان چہروں کو تلاش کیجئے۔ ان شاءاللہ! آپ پر ساری حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ مسلک دیوبند کی نظریاتی وحدت برقرار رکھنے کے لئے کس کا کردار مثبت تھا اور کس کا منفی؟

۱۰...... رئیس التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے استاذ الاستاذ ہی نہیں میرے دادا پیر بھی ہیں۔ کیونکہ میرے علمی روحانی دونوں سلسلے حضرت والد محترم مدظلہ سے منسوب ہیں۔ لہٰذا میں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات سے انکار کیسے کرسکتا ہوں؟ میرے تقریری مقالہ میں ان کا عدم ذکران کی خدمات سے انکار کی بنا پر نہیں بلکہ اس بنا پر تھا کہ ان کا شمار حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں نہیں ہے جب کہ تاریخ دیوبند کے ''دور سادس'' میں میرا مقصود شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی خدمات کا ذکر تھا۔ اسے ایک بار پھر پڑھئے آپ کا شبہ دور ہوجائے گا اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، براہ راست قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ توحید وسنت کی اشاعت اور قرآنی علوم کے پرچار میں ان کی خدمات سے کوئی بدبخت ہی انکار کرسکتا ہے۔

محترم! جواب کی طوالت پر معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے کہ تسلی وتشفی کے لئے کفایت کرے گا۔ (ان شاء اللہ العزیز) اگر کوئی کمی رہ گئی تو دوبارہ رابطہ کر لیجئے گا۔ ان شاء اللہ وہ بھی دور کردوں گا۔ والسلام عبدالحق خان بشیر مدرسہ حیات النبی، محلہ حیات النبی، گجرات۔ ۷، اگست ۱۹۹۹ء

(پچیسواں مغالطہ) علماء امت اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بندیالوی صاحب نے (ص۹) پر ''علماء امت کا نظریہ کیا ہے؟'' کے عنوان کے تحت یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ تمام علماء امت اجساد انبیاء کرام علیہم السلام میں اعادہ روح یا تعلق روح کے قائل نہیں بلکہ برزخ کی کیفیت حیات کے بارے میں بندیالوی صاحب کے ہم نوا ہیں لیکن اپنے اس دعویٰ کی دلیل پر وہ اہل سنت والجماعت کے ایک بھی محقق عالم کا یہ قول پیش نہیں کرسکے (اور نہ بحمد للہ تعالیٰ تا قیام قیامت پیش کرسکتے ہیں) کہ اجساد انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں بلا تعلق روح بے حس وبے جان پڑے ہیں اور عند القبر ان کا سماع ثابت نہیں اور جن اکابر کی عبارات انہوں نے قطع وبرید کر کے پیش کی ہیں ان کی وضاحت آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمالیجئے۔

(چھبیسواں مغالطہ) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص۹) پر (روح المعانی ج۱ ص۱۶۲) کے حوالے سے امام ابوالبرکات نسفی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ارواح انبیاء جسموں سے نکل کر مثالی اجسام میں داخل ہوجاتی ہیں۔ لیکن یہ حوالہ نقل کرنے میں بندیالوی صاحب نے صریح دھوکہ دیا ہے۔ (یہ حوالہ روح المعانی کی ج اوّل نہیں بلکہ ج ۱۵ میں مذکور ہے) کیونکہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ ارواح کی چار اقسام (یعنی انبیاء کرام، شہداء، متبعین اور عصاۃ کی ارواح) اور ان کے مقامات کا ذکر کرنے کے بعد ارواح کفار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''وہ (یعنی ارواح کفار) ساتویں زمین کے نیچے سجین کے اندر سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں۔'' وھی متصلۃ باجسادھا فتعذب الارواح وتتالم من ذالک الاجساد'' اور ان کا تعلق ان کے اجساد سے ہوتا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر روح کو ہونے والے عذاب کی اذیت وتکلیف کو جسم بھی محسوس کرتا ہے۔'' (روح المعانی ج۱۵ ص۱۶۲)

گویا امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ ارواح کے پانچ درجات قائم کرتے ہیں۔ پہلا انبیاء کرام علیہم السلام کا، دوسرا شہداء کا، تیسرا متبعین کا، چوتھا فساق وفجار کا اور پانچواں کفار کا، یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جب وہ سب سے کم اور آخری درجہ کی ارواح کا اجساد کے ساتھ تعلق مانتے ہیں تو سب سے برتر واعلیٰ ارواح (یعنی انبیاء کرام علیہم السلام) کے اجساد

کے ساتھ تعلق کا کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ بندیالوی صاحب نے یہ عبارت قصداً ترک کی تا کہ ان کے مغالطات کا بھانڈا چوراہے میں نہ پھوٹ جائے۔ لیکن وہ کم بخت بھانڈا پھر بھی پھوٹ ہی گیا۔ کیونکہ:

جو مطلب کہنے والے کا ہے اس کو کم سمجھتے ہیں ۔۔۔ سمجھنے کو تو وہ سب داستان سمجھتے ہیں

(ستائیسواں مغالطہ) حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص۹) پر (روح المعانی ج۵ ص۱۶) (غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے کیونکہ یہ بحث ج۱۵ میں موجود ہے) کے حوالے سے حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''اما الانبیاء علیہم السلام فلا شک ان ارواحھم عند اللہ فی اعلی علیین'' حالانکہ روح المعانی کی مذکورہ بحث کے صفحات میں حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہیں بھی مذکور نہیں۔ تقریباً ساڑھے تین صفحات پر پھیلی ہوئی اس بحث میں حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان الفاظ کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ لیکن اگر بالفرض یہ الفاظ کسی دوسری جگہ ثابت بھی ہوں تو بھی اس سے بندیالوی صاحب کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم اور دیگر بزرگوں کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ اعلیٰ علیین میں ہونے کے باوجود ارواح انبیاء علیہم السلام کا ان کے اجساد مبارکہ سے تعلق موجود ہے۔ اس سے اجساد کے ساتھ تعلق روح کی نفی لازم نہیں آتی۔ بندیالوی صاحب میں اگر اخلاقی جرأت ہے تو وہ ایسا حوالہ پیش کریں جس میں حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اجساد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی ارواح کے تعلق کی نفی کی ہو۔ صرف اعلیٰ علیین میں ارواح کا ثبوت کافی نہیں۔

(اٹھائیسواں مغالطہ) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب (ص۱۰) پر علامہ سید محمد محمود آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ارواح انبیاء کا ٹھکانہ اعلیٰ علیین ہے۔ لیکن یہاں بھی بندیالوی صاحب نے اپنے روایتی کذب وافتراء کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ اسی عنوان ''البحث السادس فی مستقر الارواح بعد مفارقۃ الابدان'' کے تحت دو صفحے آگے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''پھر تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ روح کا بدن کے ساتھ اتصال کسی ایک جز کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ روح متصل ہے اور بدن کے تمام اجزاء پر روشنی ڈالنے والی ہے۔ اگرچہ ایک جز مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو۔'' (روح المعانی ج۱۵ ص۱۶۳)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واضح نظریہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بندیالوی صاحب ان کی اجمالی عبارت سے عوام کو کس قدر دھوکہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے مشرق ومغرب میں پھیلے ذرات منتشرہ کے ساتھ بھی روح کا تعلق مانتے ہیں اور حیات انبیاء علیہم السلام پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''قبر کی زندگی سے یہ لازم نہیں آتا کہ صاحب قبر باہر بھی نکلے، ہاں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کا قائل ہوں۔ ان کی زندگی پر اگرچہ نماز، اذان، اقامت اور سلام کا جواب دینا وغیرہ امور مترتب ہوتے ہیں لیکن وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔'' (ایضاً ج۲۲ ص۳۸)

گویا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے اجساد دنیویہ کے ساتھ تعلق ارواح کے بھی قائل ہیں اور سماع انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اذان واقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ عند القبر سلام سنتے ہیں۔ البتہ اس برزخی حیات میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ معاشرت دنیوی کی نفی فرماتے ہیں اور یہی جمہور اہلسنت کا عقیدہ ہے۔

(انتیسواں مغالطہ) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب (نے ص ۱۰) پر حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ الحنبلی کی کتاب الروح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح اعلیٰ علیین میں ملا اعلیٰ کے ساتھ رہتی ہیں۔ یہ بھی بندیالوی صاحب کا ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت اس طرح ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی روح مبارک دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں قرار پذیر ہے اور اس کا بدن مبارک سے تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ سلام کہنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر کے اندر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔'' (کتاب الروح ص ۵۴، زاد المعاد ج ۲ ص ۴۹)

بندیالوی صاحب نے ابتدائی عبارت تو نقل کر دی لیکن متصل بعد کی وہ عبارت ہضم کر گئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ روح کا تعلق مذکور تھا۔ بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں کہ یہ اشاعت توحید و سنت ہے یا اشاعت کذب و افتراء؟

(تیسواں مغالطہ) حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

بندیالوی صاحب نے علامہ حافظ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ظاہر مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے) کا نام لے کر ان کا کوئی حوالہ دیئے بغیر لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ارواح انبیاء اعلیٰ علیین میں قرار پذیر ہیں۔ ان کا ابدان سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کرامیہ کے اس عقیدہ کو خبیث عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ جس میں کرامیہ روضہ اقدس میں حضور علیہ السلام کے جسد اطہر سے تعلق روح کا انکار کرتے ہوئے آپ کی نبوت کو حکمی قرار دیتے ہیں۔ حقیقی نہیں مانتے۔ (ملاحظہ فرمایئے کتاب (الفصل فی الملل والنحل اردو ج ۱ ص ۱۶۳)) البتہ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے ساتھ تعلق ارواح سے انکاری ہیں۔ اسی لئے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۲) میں، امام حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الروح ص ۵۹) میں، علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام ص ۱۵۰) میں اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الروح ص ۴۷) میں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظریہ کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ جمہور ائمہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ جمہور اہل سنت قبر کے اندر سوال وجواب کے لئے اعادہ روح کے قائل ہیں اور عذاب وراحت قبر کو جسد مع الروح پر تسلیم کرتے ہیں۔

(اکتیسواں مغالطہ) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۱۰) پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر کوئی حوالہ دیئے بغیر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے انکاری تھے۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اجساد کے ساتھ ارواح کے تعلق کا غیر متزلزل عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

☆ ...... ''ارواح کا قبر میں مدفون اپنے ابدان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔'' (تفسیر عزیزی ص ۴۳)

☆ ...... ''روح کا اجزائے بدن کے ساتھ ایک خاص تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے اس میں ایسا علم وشعور ہوتا ہے

جس سے اسے قبر کی زیارت کرنے والوں اور ان کے احوال سے آگاہی ہوتی ہے۔'' (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۰۸)

☆...... ''بالجملہ مردوں کے ادراک وشعور کا انکار اگر کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔'' (ایضاج ۱ ص ۱۸)

☆...... ''قبر میں زندہ کرنا اور مارنا حقیقتاً نہیں ہے بلکہ عکس روح کی شعاع کا بدن پر پڑ کر ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے جس کے ساتھ غذا پانا یا بڑھنا بدن کا نہیں ہوتا کہ معنی حیات کے ثابت ہوں۔'' (تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۹۱)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے نزدیک اموات کے ابدان کے ساتھ ان کی ارواح کا تعلق رہتا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ان کے اندر ایسا شعور وادراک موجود ہوتا ہے جس سے وہ قبر پر آنے والے زائر کو پہچانتے ہیں۔ میت کے اندر اس شعور وادراک کا انکار اگر کفر نہیں تو الحاد ضرور ہے۔ البتہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اسے دنیا جیسی حیات کا معنی نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں دنیوی غذا اور جسمانی نشو ونما کی ضرورت وحالت باقی نہیں رہتی۔ البتہ ایسا شعور وادراک باقی رہتا ہے جس سے وہ عذاب وراحت کو محسوس کرتا ہے اور اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے ساتھ روح کے تعلق کو تسلیم کرتے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان کے ساتھ ارواح کے تعلق کا انکار کیسے کر سکتے ہیں؟

(بتیسواں مغالطہ) قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۱۰) پر ہی حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر کوئی حوالہ دیے بغیر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح کو نہیں مانتے حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بصراحت فرماتے ہیں کہ: ''ارواح مومنین کا ٹھکانہ علیین اور ارواح کفار کا ٹھکانہ سجین ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہر روح کا جسم کے ساتھ قبر میں تعلق ہے جس کی وجہ سے وہ لذت یا دکھ محسوس کرتا ہے، زیارت کرنے والوں کا سلام سنتا ہے، نکیرین کا جواب دیتا ہے اور اسی کی مانند اور امور جو کتاب وسنت سے ثابت ہو چکے ہیں۔'' (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۵)

اس قدر واضح صراحت کے بعد بھی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو روح وجسد کے تعلق کا منکر قرار دینا کتنا بڑا دجل اور دھوکہ ہے۔ جب کہ قاضی صاحب ''تذکرۃ الموتی والقبور'' کے نام سے فارسی میں ایک کتاب بھی تالیف فرما چکے ہیں جس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس میں بھی قاضی صاحب نے دوٹوک الفاظ میں ثابت کیا ہے کہ قبر کے اندر بوقت سوال وجواب جسم کی طرف روح کے اعادہ پر احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں اور قبر کا عذاب وراحت روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے اور قبر سے مراد یہی ارضی قبر ہے۔

(تینتیسواں مغالطہ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۱۰) پر (فتح الباری ج ۷ ص ۲۸۰) کے حوالے سے امام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہی نقل کیا ہے کہ وہ حیات برزخی مانتے ہیں، یعنی جسم کے ساتھ روح کا تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بعد از وفات حاصل ہونے والی حیات کو حیات برزخی قرار دینے کے باوجود اس میں روح وجسم کا تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''جمہور کے مسلک کے مطابق یہ احادیث ثابت ہیں۔ مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی

جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں آر پار ہو جاتی ہیں اور یہ کہ جب اس کو ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ نکیرین اس کو بٹھاتے ہیں'' وکل ذالک من صفات الاجسام'' اور یہ جملہ امور اجسام کی صفات ہیں۔'' (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۶)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ برزخ کے اندر جسم وروح کا تعلق تسلیم کرتے ہوئے تنگی وعذاب قبر کا اطلاق جسم مع الروح پر مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲) میں حدیث'' رد اللہ علیَّ روحی'' پر وارد ہونے والے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ وفات کے بعد دفن ہوتے ہی خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ آپ کے جسد اطہر کی طرف لوٹا دی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ حیات ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے صرف برزخی حیات کے الفاظ سے دھوکہ دینا کتنی بڑی جسارت ہے۔

(چونتیسواں مغالطہ) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۶) پر (شرح الصدور ص ۱۰۰) کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی اجساد کے ساتھ ارواح کا تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ:'' عذاب قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔ اسی طرح راحت بھی دونوں کو ملتی ہے۔ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔'' (شرح الصدور ص ۷۶)

اس سے ظاہر ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف برزخ کے اندر روح وجسم کا تعلق مانتے ہیں بلکہ اس تعلق پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق بھی تسلیم کرتے ہیں اور جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا تعلق ہے تو اس پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ'' انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء'' کے نام سے موجود ہے جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام سے ان کی ارواح کے تعلق، اس تعلق کی بنا پر قبروں میں ان کے نماز پڑھنے اور عندالقبر ان کے سماع کا تذکرہ بصراحت موجود ہے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود بندیالوی صاحب عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مذموم کوشش میں مصروف ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ہدایت بخشے آمین!

(پینتسواں مغالطہ) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۶) پر (تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۱۱۲) کے حوالے سے امام قاضی ناصرالدین عبداللہ بن عمر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہ تاثر دیا ہے کہ وہ بھی برزخ کے اندر اجساد کے ساتھ تعلق ارواح نہیں مانتے اور اس کے لئے بندیالوی صاحب نے دلیل یہ قائم کی ہے کہ شب معراج آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا وہ ان کے مثالی اجساد تھے اور قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حالانکہ اس سے اجساد کے ساتھ تعلق کی نفی کرنا کہیں بھی ثابت نہیں اور پھر قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ تو قبر کے اندر عام میت کے لئے اعادہ روح کے قائل ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی (تفسیر ج ۱ ص ۵۶) میں آیت'' ثم یمیتکم ثم یحییکم'' کے تحت اس کی صراحت فرماتے ہیں۔

(چھتیسواں مغالطہ) علماء دیوبند اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے علماء دیوبند کی تحریرات میں تضاد ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ علماء دیوبند کے اصل عقائد'' المہند علی المفند'' کے خلاف تھے۔ چنانچہ لکھتے

ہیں کہ: ''آیئے اب اکابرین علماء دیوبند میں سے ان چند علماء کرام کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ جنہوں نے المہند پر دستخط کئے تھے اور اپنی دوسری کتابوں میں المہند کے خلاف لکھا۔'' (ص ۱۲)

اور اکابرین دیوبند کا یہ تضاد ثابت کرنے کے لئے بندیالوی صاحب نے دجل وتلبیس کے جوگل کھلائے ہیں، وہ مماتیوں کے لئے یقیناً نمونہ عبرت ہیں۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اکابرین علماء دیوبند برزخی حیات میں اجسام کے ساتھ تعلق روح تسلیم نہیں کرتے اور اس کے لئے انہوں نے صرف برزخ کے نام سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ برزخ کی کیفیت حیات کے بارے میں علماء دیوبند کا عقیدہ کسی کورچشم سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ ہاں کوڑھ مغز کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس کی تفصیلات آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

(سینتیسواں مغالطہ) حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل تین حوالے نقل کئے ہیں:

۱...... اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا۔

۲...... بوقت وفات روح پیغمبر جسد اطہر سے خارج نہیں ہوئی۔

۳...... اور شہداء ومومنین کی ارواح کا بعد موت ان کے ابدان سے تعلق باقی نہیں رہتا۔

پھر ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''دیکھئے جو افراد دیوبندیت کے اجارہ دار بنے ہوئے ہیں، وہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تینوں باتیں نہیں مانتے۔ پھر بھی وہ دھڑلے سے دیوبندی اور اشاعت التوحید والے دوسری بات نہیں مانتے، پہلی اور تیسری کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ دیوبندیت سے خارج۔ آخر کیوں؟ یہ الٹی گنگا کب تک بہتی رہے گی؟'' (ص ۱۲)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ادھوری عبارت اور ان کے اختراعی مفہوم کے حوالے سے بندیالوی صاحب کا مذکورہ دعویٰ سراسر دھوکہ ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بات (کہ بوقت وفات انبیاء کرام کے اجسد سے ان کی ارواح کا انقطاع نہیں ہوتا) سے بندیالوی صاحب کو بھی اختلاف ہے اور ہم اسے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد قرار دیتے ہوئے اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ ہم بھی جمہور اہل سنت کے مسلک کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات انقطاع روح عن الجسد سے ہی مانتے ہیں۔ باقی رہا مسئلہ دیگر دو باتوں کا تو بندیالوی اینڈ کمپنی وہ بھی نہیں مانتی۔ اس کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے:

۱...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''گو عقیدہ یہی ہے (کہ وفات انبیاء بغیر انقطاع روح کے ہوتی ہے) اور میں جانتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی رہے گا مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا۔'' (لطائف قاسمی ص ۵)

کیا واقعی بندیالوی صاحب وفات انبیاء کرام کے لئے انقطاع روح یا بغیر انقطاع روح کے عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے خیال نہیں کرتے؟ اگر ایسا نہیں تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بات ماننے کا دعویٰ کس قدر دجل وتلبیس پر مبنی ہے۔

۲...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نبی اور غیر نبی کی موت کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بوقت وفات روح پیغمبر کا جسم سے انقطاع نہیں ہوتا۔ شہداء ومومنین وغیرہ کی روحیں جسم سے الگ ہوجاتی ہیں اور بوقت وفات ابدان سے ان کا تعلق باقی نہیں رہتا۔ باقی رہا برزخ میں جسم کے ساتھ تعلق روح کا مسئلہ تو اس بارے میں حضرت

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''(برزخ میں) روح کا جسم سے تعلق بھی موجود ہے گو ضعیف ہے۔'' (جمال قاسمی ص ۱۰)

کیا بندیالوی صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بوقت وفات تو شہداء و مومنین کے اجساد سے ارواح کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ قبر کے اندر وہ تعلق پھر قائم ہو جاتا ہے گو دنیوی تعلق کی نسبت کمزور ہوتا ہے؟ اگر وہ یہ بات نہیں مانتے اور اسے اپنے عقیدہ کے منافی قرار دیتے ہیں تو پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری بات ماننے کا دعویٰ بھی کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ البتہ ہم بحمد للہ تعالیٰ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

(اڑتیسواں مغالطہ) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنا ہم نوا ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان علماء کرام میں شامل ہیں جنہوں نے المہند پر دستخط ثبت فرمائے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کا نظریہ اور مسلک کیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف (اشرف الجواب ج ۲ ص ۱۶۰ طبع دیوبند) میں تحریر فرماتے ہیں: ''حدیث میں نص ہے ان نبی اللہ حی یرزق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق پہنچتا ہے۔ مگر یاد رہے اس حیات سے مراد ناسوتی (دنیوی) نہیں ہے وہ دوسری قسم ہے جس کو حیات برزخی کہتے ہیں۔ تیسرا درجہ سب سے قوی ہے۔ وہ انبیاء کی حیات برزخیہ کا ہے۔'' (ص ۱۴)

غور فرمایئے کہ بندیالوی صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریاتی تضاد ثابت کرنے کے لئے انہیں کس حیثیت سے متعارف کرانا چاہتے ہیں۔ یہ اسلاف دشمنی کا بدترین نمونہ ہے۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے انہوں نے دھوکہ دہی کا جو شرمناک کردار ادا کیا ہے وہ ان کی پوری جماعت کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ انہوں نے اپنی مذکورہ تحریر میں دو صریح دھوکے دینے کی کوشش کی ہے۔

پہلا یہ کہ وہ اشرف الجواب کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ منشی صوفی علی محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی تالیف ہے جو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنے والے تھے اور حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل و ملفوظات میں سے متعدد مضامین جمع کر کے اشرف الجواب کے نام سے مجموعہ تیار کیا۔ یعنی یہ حضرت تھانوی کے ملفوظات و مواعظ کا مجموعہ ہے۔ ان کی اپنی تصنیف نہیں اور اشرف الجواب کے جس مضمون سے بندیالوی صاحب نے حوالہ دیا ہے وہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ ''الحبور'' سے لیا گیا ہے۔

دوسرا یہ کہ انہوں نے حوالہ نقل کرنے میں شعبدہ بازی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور اوّل و آخر کی مقصدی عبارات کو ہضم کر کے درمیان میں سے ایک عبارت اچک کر انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہم نوا ثابت کرنے کا معرکہ سر کر لیا ہے۔ آپ بھی ان کے ہاتھ کی صفائی ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا حوالہ اس طرح ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے۔ کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے۔ بلکہ حضور خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث میں بھی نص ہے ''ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق'' (بندیالوی صاحب یہاں فی قبرہ کے الفاظ بھی بغیر ڈکار کے ہضم کر گئے ہیں جس سے ان کا ہاضمہ بھی قوی معلوم ہوتا ہے اور ان کی دیانت کا پیمانہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بشیر) کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو

رزق پہنچتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں ہے (یعنی عالم اجسام والی جس میں انسانی جسم نشو ونما پاتا اور احکامات شرعیہ کا پابند ہوتا ہے۔ جس کی وضاحت حضرت تھانوی رحمہ اللہ (المصالح العقلیہ ص ۳۴۴) میں اس طرح فرماتے ہیں کہ دنیا اور برزخ کی حیات کے اندر روح وجسد کے تعلق میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں روح جسم کے تابع اور برزخ میں جسم روح کے تابع ہے۔ بشیر) وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ باقی یہ کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے۔ پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص ہے؟ تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں۔ ایک مرتبہ تو تمام مومنین کو حاصل ہے جس کے ذریعے سے تنعیم قبر کی ہر مسلمان کو حس ہوگی۔ دوسری حیات شہداء کی ہے جو تمام مومنین کی حیات برزخیہ سے اقویٰ ہوگی۔ عام مومنین کی حیات برزخیہ بہ نسبت شہید کے کمزور ہوتی ہے۔ اگرچہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بدرجہا اعلیٰ ہو۔ پس یہ کوئی نہ سمجھے کہ عام مومنین کی حیات برزخیہ حیات دنیویہ سے کمزور ہوگی اور حیات شہداء کے اقویٰ ہونے کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ زمین اس کی لاش کو نہیں کھا سکتی۔ تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے کہ وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہ وہی ہے جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی۔

حدیث میں ہے ''حرّم اللہ اجساد الانبیاء علی الارض '' اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمت نکاح ازواج انبیاء علیہم السلام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات سے بعد ان کے وصال کے کسی امتی کا نکاح جائز نہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی میراث ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔'' (ص ۲۵۰ تا ۲۵۳)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس طویل اقتباس کو ملاحظہ فرمایئے اور بندیالوی صاحب کے دجل وتلبیس کی داد دیجئے کہ وہ کس طرح روز روشن کی سے زیادہ واضح وآشکار حقیقت کو کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا بندیالوی صاحب سے سوال ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مذکورہ اقتباس ''المہند علی المفند'' کے موافق ہے یا مخالف؟ اور اس سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تضاد ثابت ہوتا ہے یا آپ کا فراڈ؟ ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔

حسرت ٹپک رہی ہے رخ نامراد پر یہ کون جارہا ہے تمنا لئے ہوئے

(انتالیسواں مغالطہ) مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کا نظریاتی تضاد ثابت کر کے انہیں بھی اپنا ہم نوا ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ ان علماء کرام میں شامل ہیں جن کے دستخط المہند میں موجود ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی تائیدی دستخط والی عبارت معتبر ہوگی یا ان کا تحریر کردہ فتویٰ قابل اعتماد ہوگا؟'' (ص ۱۳)

بندیالوی صاحب کی بے چارگی اور لاچاری کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنی بے جا ہٹ دھرمی پر قائم رہنے اور اپنے اختراعی عقیدہ کو بچانے کے لئے اکابر کا علمی وتحقیقی تقدس پامال کرنے، انہیں بالجبر اپنا ہم نوا بنانے کے لئے ان پر منافقت وابن الوقتی کا الزام دھرنے اور اپنی انانیت کی تسکین کے لئے ان کے خلوص وایثار کے گریبانوں سے کھیلنے تک پر آمادہ ہیں۔ ان کا مذکورہ اقتباس پھر پڑھیئے اور فیصلہ کیجئے کہ ان کے شریر وگستاخ قلم کی جولانیاں کیا گل کھلا رہی ہیں؟

لیکن ہمارے خیال میں اس میں بندیالوی صاحب کا بھی کوئی قصور نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جب دیکھا کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے تلمذ پہ ناز اور فخر کرنے والے ان کے مایہ ناز شاگرد مولانا محمد حسین نیلوی صاحب کو ہی "المہند" پر اپنے استاد محترم کے تائیدی دستخط پر اعتماد نہیں تو انہیں بھی ان کے خلاف اپنے بے باک قلم کی جولانیاں دکھانے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ انہوں نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نظریاتی تضاد ثابت کرنے کے لئے ان کے پانچ فتوے نقل کئے ہیں:

پہلا فتویٰ

اندرونی ٹائٹل پر بغیر کسی حوالہ کے جس میں کہا گیا ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا انہی آنکھوں اور انہی کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے، اس کا اعتقاد صحیح نہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے یہ فتویٰ میڈ ان سرگودھا ہے جو جامعہ ضیاء العلوم میں دو نمبر مال تیار کرنے والے فنی ماہرین کا تراشیدہ ہے۔ حالانکہ میت کے اپنے زائر کو پہچاننے اور اس کا سلام سننے پر جمہور اہل سنت متفق ہیں۔ کیا بندیالوی صاحب اس فتویٰ کا کوئی ٹھوس حوالہ پیش کر سکتے ہیں؟ اور اگر پیش کر سکیں تو پھر اپنے استاذ الاستاذ حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہ پر یہ فتویٰ دے سکیں گے کہ ان کا اعتقاد صحیح نہیں تھا اور ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ ان کا اس بارہ میں عقیدہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

دوسرا فتویٰ

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۶۸) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی زندگی دنیاوی نہیں برزخی ہے، شہداء کی زندگی ان سے نیچے درجہ کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے یہ سب اموات میں داخل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس سے کس بدبخت کو انکار ہے؟ نہ کوئی انبیاء کرام علیہم السلام کی موت سے انکاری ہے اور نہ برزخ کے اندر ان کی ایسی زندگی کا اقراری ہے جس سے جسمانی نشو ونما اور احکامات شرعیہ جیسے لوازمات دنیویہ لازم آتے ہوں اور یہی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا مقصود و مفہوم ہے۔ اس سے نہ تو اجساد کے ساتھ تعلق ارواح کی نفی ثابت ہوتی ہے اور نہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعلق ارواح سے انکاری ہیں جیسا کہ آئندہ سطور میں ان شاء اللہ العزیز! اس کی صراحت و وضاحت آ رہی ہے۔

تیسرا فتویٰ

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۷) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و شہداء کی زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں۔ اس سے بھی کسی کو انکار نہیں جب کہ اس کی وجہ فتویٰ کے آخر میں بھی بایں الفاظ مذکور ہے کہ دنیا کی زندگی کے لوازم ان میں نہیں پائے جاتے اور دنیوی زندگی کے بنیادی لوازمات تین ہی ہیں۔ جسمانی نشو ونما، اسلامی احکامات کی پابندی اور معاشرتی حقوق و فرائض کی ادائیگی اور برزخی حیات میں یہ تینوں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے وہ واقعی دنیوی زندگی سے الگ ہے۔ لیکن اس سے کسی صورت بھی جسم و روح کے درمیان عدم تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

چوتھا فتویٰ

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۷) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر پوری کر کے وفات پائی۔ آپ کی حیات کا یہ مطلب نہیں کہ آپ پر موت طبعی وارد نہیں ہوئی اور جیسے آپ زندہ تھے۔ اسی طرح

اب بھی زندہ ہیں۔ ظاہر ہے اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ کوئی بھی آپ کی موجودہ زندگی کو دنیوی زندگی کا تسلسل نہیں مانتا۔ سب اسے وفات کے بعد کی زندگی مانتے ہیں۔ لہٰذا بندیالوی صاحب کی یہ دلیل بھی دعویٰ سے مطابقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس سے بھی روح کا جسم سے عدم تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

پانچواں فتویٰ

(مسالک العلماء ص ۱۴۸) مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تسکین الصدور (ص ۲۷۶) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی کی کیفیت خدا ہی جانتا ہے۔ لیکن اسے حیات دنیوی کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے۔ اس فتویٰ کے بارے میں ہم چند چیزیں عرض کرنی چاہیں گے:

۱...... یہ فتویٰ بندیالوی صاحب کے والد محترم مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی کی طرف سے رسائل اور علماء کو جاری کیا گیا جیسا کہ مولانا قاضی شمس الدین مرحوم نے مسالک العلماء میں یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی اصل مولوی محمد امیر صاحب بندیالوی کے پاس ہے۔ جب یہ فتویٰ بندیالوی صاحب کے گھر میں موجود تھا اور انہی کے والد محترم کی کاوشوں کا نتیجہ تھا تو خدا معلوم انہیں اس کا حوالہ دینے کے لئے مسالک العلماء اور تسکین الصدور کا سہارا لینے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ شاید وہ اس معاملہ میں اپنے والد محترم پر بھی اعتماد نہ کرتے ہوں اور اپنے حوالہ کو مستند کرنے کے لئے انہیں کسی مستند کتاب کی ضرورت ہو اور تسکین الصدور سے بڑھ کر اور کون سے کتاب مستند ہوسکتی تھی؟

۲...... اور پھر تسکین الصدور کا حوالہ دینے میں بھی انہوں نے تکلف ہی برتا ہے۔ کیونکہ صاحب تسکین نے یہ حوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۶۰ء سے نقل کیا ہے۔ اس سے غلط نتیجہ اخذ کرنے والے منکرین حیات کا جواب دینے کے لئے۔ چنانچہ شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کے فتویٰ میں حیات دنیوی سے مراد دنیوی ظاہری ہے اور اس کا قائل واقعی اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت اس حیات کو دنیوی برزخی مانتے ہیں اور شیخ نے بطور ثبوت اس وقت کے تعلیم القرآن مدیر سید سجاد بخاری صاحب کا اسی مذکورہ فتویٰ کے حاشیہ میں دیا ہوا یہ نوٹ بھی نقل فرمادیا کہ شاید یہ حیات دنیوی ظاہری کی طرف اشارہ ہو۔ لیکن حیرت ہے کہ بندیالوی صاحب نے مذکورہ فتویٰ کا حوالہ دینے کے لئے اپنے رسالہ ''تعلیم القرآن'' پر بھی اعتماد نہیں کیا اور انہیں اس مسئلہ کے لئے قابل اعتماد کتاب صرف تسکین الصدور ہی نظر آئی۔ لیکن جب صاحب تسکین کا مسلک و مؤقف سمجھنے کے لئے تسکین الصدور کی ضرورت تھی تو بندیالوی صاحب تقریباً ساڑھے چار سو صفحات کی اس کتاب کو چھوڑ کر احسن الکلام کی چار سطری مجمل عبارت کی حاشیہ نشینی کرنے بیٹھ گئے۔ (اس کی تفصیلات آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ گویا: وہ ناداں گر گیا سجدے میں جب وقت قیام آیا!

۳...... مسالک العلماء کا حوالہ دینے میں بھی بندیالوی صاحب نے اپنے شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے انصاف کا برتاؤ نہیں کیا (شاید ان پر بھی بندیالوی صاحب کے اعتماد میں کمی واقع ہوگئی ہو) کیونکہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو فتوے اکٹھے نقل فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک فتویٰ تو بندیالوی صاحب نے نقل کر دیا لیکن دوسرا فتویٰ بھاری تھا۔ نحیف و کمزور بندیالوی صاحب اس کا بوجھ برداشت نہ کر سکے اور بھاری بھی صرف اس کا سر ہی تھا۔ باقی تو سارا ہلکا پھلکا ہی تھا۔ وہ سر کیا تھا؟ آپ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کا ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔'' (مسالک العلماء ص ۱۴۷)

حیات وسماع انبیاء کے عقیدہ کا یہی وہ بوجھ تھا جو قاضی صاحب مرحوم نے اٹھالیا لیکن بندیلوی صاحب ہمت ہار گئے۔بس اپنے اپنے ظرف، اپنے اپنے حوصلے اور اپنی اپنی دیانت کی بات ہوتی ہے۔

۴...... بندیالوی صاحب نے یہ فتویٰ تو نقل کر دیا کہ حیات دنیوی کا قائل اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔لیکن یہاں بھی وہ ڈنڈی (بلکہ ڈنڈا) مارنے سے باز نہیں آئے۔کیونکہ جس تسکین الصدور کے حوالے سے انہوں نے یہ فتویٰ نقل کیا ہے اسی تسکین الصدور کے اسی فتویٰ والے صفحے پر ہی بندیالوی صاحب کی جماعت جمعیۃ اشاعت التوحید کا یہ فیصلہ وفتویٰ بھی مذکور ہے (جو تعلیم القرآن کے اسی شمارہ جنوری ۱۹۶۰ء سے نقل کیا گیا ہے جس میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ درج ہے کہ: ''اور اس عالم سے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں مثل شہداء بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی۔وہ حیات دنیویہ نہیں بلکہ اس سے بدرجہا اعلیٰ وارفع وافضل حیات برزخیہ ہے نہ کہ حیات دنیویہ لیکن اگر کوئی اس حیات کو دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپ کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل سنت سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔''

اس فتویٰ پر جمعیۃ اشاعت التوحید کے پچاس علماء کے دستخط ہیں جن میں بندیالوی صاحب کے والد محترم مولانا محمد امیر بندیالوی بھی شامل ہیں۔باقی معروف ناموں کا ذکر گزشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔بندیالوی صاحب سے اب ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ ان میں سے کس فتویٰ سے اتفاق کرتے ہیں؟ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے یا اپنی جماعت کے اجماعی فتویٰ سے؟ باقی جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ان لوگوں کے لئے ہے جو برزخ کی حیات میں معاشرت دنیوی کے قائل ہیں اور الحمدللہ وہ علماء دیوبند ہر گز نہیں۔

۵...... اس مقام پر ہم بحث کے اس پہلو کو بھی تشنہ چھوڑنا نہیں چاہتے کہ اس باب میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا عقیدہ کیا ہے؟ عام اموات کے عدم سماع کا نظریہ رکھنے کے باوجود اموات کے ساتھ تعلق ارواح اور حیات وسماع انبیاء جیسے بنیادی واصولی مسائل میں وہ دیگر علماء دیوبند کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں جس کا سب سے بڑا ثبوت مسلک دیوبند کی اجماعی دستاویز ''المهند علی المفند'' پر ان کے دستخط ہیں اور سماع انبیاء کے بارے میں ان کا نظریہ وعقیدہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے جب کہ عام اموات کی حیات برزخی کے بارے میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کر سکے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۶)

یعنی عام اموات کے ساتھ بھی وہ روح کا ایسا تعلق مانتے ہیں جس سے وہ عذاب وراحت کو محسوس کر سکیں۔باقی رہی حیات انبیاء کی برزخی کیفیت تو اس کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجلس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقہ سے؟ اگر مفارقت

کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے، باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰)

اس واضح حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجساد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا تعلق نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اس سے انکار کو توہین نبوت پر محمول فرماتے ہیں۔ یہاں بندیالوی صاحب کے دو دھوکے پوری طرح آشکارا ہو گئے۔ پہلا یہ کہ انہوں نے المہند علی المفند اور کفایت المفتی کے حوالے سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس میں وہ بری طرح ناکام رہے۔ کیونکہ ثابت ہو چکا کہ دونوں کے اندر کوئی فرق اور تضاد نہیں۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمینی گڑھے کو قبر نہیں مانتے (اس کی مزید تفصیلات ان شاء اللہ آگے آ رہی ہیں) مذکورہ حوالے سے ثابت ہو گیا کہ بندیالوی صاحب کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمینی قبر کو ہی قبر تسلیم کرتے ہیں اور اسی میں مدفون جسم کے ساتھ روح کا تعلق مانتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے بعض مجمل اور بعض جعلی فتوؤں سے عوام کو دھوکہ دینا اپنی آخرت خراب کرنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟

(چالیسواں مغالطہ) مفتی سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے ماہنامہ تعلیم القرآن اپریل ۱۹۵۸ء کے حوالے سے سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جناب علامہ عنایت اللہ گجراتی نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے اساتذہ میں بھی مفتی صاحب کا نام لکھا ہے) کے بارے میں بھی یہی تاثر دیا ہے کہ وہ بھی برزخ کی کیفیت حیات میں ان کے ہم نوا ہیں اور یہ تاثر انہوں نے مفتی صاحب کے فتویٰ میں منقول حیات برزخی کے الفاظ سے اجتہادی طور پر قائم کر لیا ہے۔

جب کہ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ و روحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، خارج اہل السنت والجماعت ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔'' (بحوالہ تسکین الصدور ص ۵۰)

غور فرمائیے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ صرف حیات جسمانی اور عند القبر سماع کے قائل ہیں بلکہ اس عقیدہ کے مخالفین کو بدعتی اور اہل سنت سے خارج قرار دے کر ان کے پیچھے نماز کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں اور بندیالوی صاحب پھر بھی بزور قلم انہیں اپنا ہم نوا ثابت کرنے کی فکر میں ہیں۔ ہم اس پر اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ:

آنکھیں کھلیں تو تم کو بھی حاصل ہو کچھ نمود
کیا پاؤ گے رہے جو یونہی محو خواب میں

نوٹ: تسکین الصدور پر بھی مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جاندار تقریظ موجود ہے۔ بندیالوی صاحب وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(اکتالیسواں مغالطہ) علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۰) کے حوالے سے شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی

کے بارے میں بھی یہی تاثر دیا ہے کہ وہ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مثالیہ میں حیات مانتے ہیں نہ کہ اجساد دنیویہ میں۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ: ''وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ استقرار پذیر ہے۔ لیکن اس سے آپ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ کی روح اقدس بدن مبارک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ اس کی روشنی بدن مبارک پر پڑ رہی ہے اور اس کا بدن اطہر کے ساتھ تعلق ہے اور جب بھی کوئی مسلمان آپ پر سلام عرض کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور اس کے باوجود آپ اعلیٰ علیین سے جدا نہیں ہوتے۔'' (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۲۱)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واضح فرمان اس حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کر رہا ہے کہ وہ برزخ کے اندر آنحضرت ﷺ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں، روح کو اعلیٰ علیین میں تسلیم کرنے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق مانتے ہیں اور عند القبر آپ کے سماع کا عقیدہ رکھتے ہیں اور صرف آپ کے سماع کا نہیں بلکہ عام اموات کے سماع کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ''درست بات یہ ہے کہ مردہ مطلقاً خطاب کا اہل ہے۔ کیونکہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اسے سلام کہتا ہے تو مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے؟'' (ایضاً ج ۲ ص ۵۰۸)

بندیالوی صاحب علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کو ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ انہوں نے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجمل عبارت پر مغالطہ کی جو دنیا آباد کرنے کی کوشش کی ہے اس کی واقعاتی حقیقت کیا ہے؟

(بیالیسواں مغالطہ) مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۳۹۷) کے حوالے سے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی برزخ کی کیفیت حیات میں ان کے ہم نوا ہیں۔ حالانکہ بندیالوی صاحب نے مفتی صاحب کا جو فتویٰ نقل کیا ہے اس میں حیات دنیوی ظاہری کی نفی ہے اور اس کا قائل اہل سنت میں سے کوئی بھی نہیں اور پھر بندیالوی صاحب نے اسی فتویٰ کی آخری عبارت نقل کرنے میں روایتی بخل سے کام لیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ: ''اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے۔ اس کو دیکھ لیں۔'' (ایضاً ص ۳۷۹)

بندیالوی صاحب کو چونکہ معلوم تھا کہ ''آب حیات'' میں کیا ہے، اس لئے وہ اس عبارت کو بلا ڈکار ہضم کر گئے۔ باقی جہاں تک عالم برزخ کی کیفیت حیات کا تعلق ہے تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ المہند پر تائیدی دستخط فرما کر اپنے عقیدہ کی وضاحت فرما چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک فتویٰ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''(۱) قبر میں روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اس کا علیین یا سجین ہے۔ (۲) عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۲۷)

جناب بندیالوی! کیا اس کے بعد بھی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس الزام کی کوئی اخلاقی حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ وہ برزخ کی کیفیت حیات میں آپ کے ہم نوا ہیں؟ آخر کچھ تو خوف خدا اور فکر آخرت چاہئے۔

(تینتالیسواں مغالطہ) مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کے لئے ان کے دو فتوے نقل کئے ہیں اور دونوں کے اندر انہوں نے اپنی فطری دھوکہ دہی کا بھر پور مظاہرہ کیا ہے۔

پہلا فتویٰ

انہوں نے (ص ۱۵) پر نقل کیا ہے جس میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ قرآن پاک کی اتنی صریح مخالفت کون مسلمان کر سکتا ہے؟ جو بھی قائل ہیں، حیات برزخی ہی کے قائل ہیں۔

بندیالوی صاحب نے مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ تو نقل کر دیا لیکن اس فتویٰ سے منکرین حیات کی طرف سے خود ساختہ مقاصد حاصل کرنے کی مذموم کوشش کے جواب میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جو وضاحتی فتویٰ جاری ہوا۔ اسے نقل کرنے کا حوصلہ نہ کر سکے۔ چنانچہ جب منکرین حیات نے مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ فتویٰ کی بنیاد پر یہ پراپیگنڈہ شروع کیا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی برزخ کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام حیات کے منکر ہیں تو اس پراپیگنڈہ کے رد میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک استفتاء کے جواب میں درج ذیل فتویٰ جاری فرمایا کہ:

''جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلے میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے۔ جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور سب بزرگان دیو بند کا ہے۔ میرے سابقہ فتویٰ سے حیات جسمانی کے انکار پر سند پکڑنا صریح ظلم اور میرے کلام کی تحریف ہے۔'' (حوالہ ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۹۳ تا ۹۵)

کیوں بندیالوی صاحب؟ مفتی اعظم کے اس وضاحتی فتویٰ کے بعد بھی ان کے سابقہ فتویٰ سے خود ساختہ مفہوم اخذ کرنا ظلم در ظلم اور کھلی بددیانتی و ڈھٹائی نہیں؟

دوسرا فتویٰ

بندیالوی صاحب نے اپنے رسالے کے ٹائٹل کے آخری صفحے پر نقل کیا ہے جس کا سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے سید عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان حیات النبی کے منکر ہیں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، کیا یہ درست ہے؟ تو جواب میں کہا گیا کہ یہ سب غلو ہے، نماز ان کے پیچھے بلا کراہت ہو جاتی ہے۔ اس فتویٰ کی نہ ہمیں اصل مل سکی ہے اور نہ حوالہ دستیاب ہو سکا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر یہ فتویٰ جعلی نہیں تو غلط فہمی پر مبنی ضرور ہے۔ کیونکہ ہمارے بعض اکابر سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کے بارے میں ایک طویل عرصہ تک اس غلط فہمی کا شکار رہے ہیں کہ وہ نہ تو مطلقاً حیات انبیاء کے منکر ہیں اور نہ کلیۃً ان کے سماع کے بلکہ صرف اس کے دوام کے قائل نہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کی مسجد (گجرات) کے ایک سابق مدرس قاری نور محمد اٹمی نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ایک مکتوب شائع کیا ہے۔ جس میں حضرت حکیم الاسلام فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک سید صاحب ممدوح مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارے میں میرا علم ہے وہ یہ ہے کہ وہ وفات نبوی کے بعد برزخ میں نفس حیات کے منکر نہیں۔ حتی کہ جسمانی طور پر بھی حیات کے قائل ہیں۔ تفصیلات میں البتہ اختلاف ہے حتی کہ قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے والوں کے سماع صلوٰۃ وسلام کے بھی وہ کلیۃً منکر نہیں، البتہ ہمیشہ کے قائل نہیں۔'' (عقیدہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری ص ۶)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارے میں اسی قسم کی غلط فہمی کا شکار رہے اور انہیں مولانا غلام اللہ خان مرحوم پر ہی قیام کر کے نرمی کا معاملہ کرتے رہے۔ لیکن جب شخصیات کی بجائے نظریات کے حوالے سے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے جسد عنصری اسمیں شامل نہیں ہوتا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا عندالقبر سماع ثابت نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مذکورہ بالا بیان اگر صحیح ہے اور پیش امام صاحب کا یہی عقیدہ ہے جو سطور بالا میں تحریر کیا گیا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جب تک وہ اپنے اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ واللہ اعلم'' (بحوالہ ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۸۸)

اس فتویٰ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یقین نہیں آرہا کہ اہل سنت اور مسلک دیوبند سے نسبت رکھنے والے کسی شخص کا یہ عقیدہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حیات وسماع انبیاء کا منکر ہو اور پھر یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مفتی اعظم کے یہ دونوں فتوے ایک ہی سن یعنی ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء کے ہیں۔ ان فتوؤں سے ہٹ کر ہم بندیالوی صاحب کو مشورہ دیں گے کہ وہ مفتی اعظم کو اپنا ہم نوا قرار دینے سے قبل اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ المہند کی طبع جدید پر بھی مفتی اعظم کی تائید موجود ہے اور تسکین الصدور پر بھی ان کی تقریظ ثبت ہے اور اس تحریر پر بھی مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط موجود ہیں۔ جس میں منکرین حیات کو دیوبندیت سے خارج قرار دیا گیا ہے اور تفسیر معارف القرآن کے متعدد مقامات پر بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت مذکور ہے۔ کیا اس کے باوجود وہ آپ کے ہم نوا ہیں؟

(چوالیسواں مغالطہ) علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۷۲) کے حوالے سے حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی ہی تاثر دیا ہے کہ وہ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی کے منکر اور حیات برزخی کے قائل ہیں۔ یہ حوالہ بھی بندیالوی صاحب کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس میں جسم کے ساتھ روح کے عدم تعلق کا اشارہ تک بھی موجود نہیں اور نہ اس میں جسمانی حیات کی نفی مذکور ہے۔ جب کہ اس کے برعکس علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص حضور اکرم ﷺ کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے، اس کا دل حضور ﷺ کی محبت سے فارغ اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۹)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں قبر کی حیات کا اقرار فرما رہے ہیں اور قبر ہی کی حیات جسمانی ہے۔ اپنے ایک فتویٰ میں قبر کی اس جسمانی حیات کی کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''بہر حال صحیح مسلک اہل حق کا یہی ہے کہ قبر میں روح مع الجسد کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ گو ہیئت ترکیبی باقی نہ رہے جس پر روایات اور سلف کے اقوال کثیرہ شاہد ہیں۔'' (بحوالہ ہدایۃ الحیران ص ۸۹)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واضح فتویٰ کے ساتھ ساتھ بندیالوی صاحب کو یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ المہند کی طبع جدید اور تسکین الصدور پر بھی علامہ عثمانی کی تائید و تقریظ موجود ہے اور اس تحریر پر بھی ان کے دستخط ثبت ہیں جو منکرین حیات کو دیوبندیت سے خارج قرار دینے کے لئے ''متفقہ فیصلہ'' کے نام سے شائع ہوئی۔

(پینتالیسواں مغالطہ) مولانا محمد سرفراز اور علامہ خالد محمود کا نظریہ

بندیالوی صاحب نے امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی کتاب ''احسن الکلام'' کی اس چار سطری عبارت پر کہ ارواح انبیاء آسمانوں پر ہیں، اپنا اختراعی حاشیہ چڑھاتے ہوئے بانگ دہل یہ فیصلہ سنا دیا کہ وہ زمینی قبروں میں ارواح کا تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ زمینی قبروں میں تعلق ارواح کی نفی بندیالوی صاحب کا حضرت شیخ پر صریح افتراء ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ کے عقیدہ کی وضاحت تسکین الصدور، سماع الموتی، الشہاب المبین اور المسلک المنصور میں واضح طور پر موجود ہے۔ اسی طرح بندیالوی صاحب نے مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب ''مقام حیات'' کو نظرانداز کرتے ہوئے ان کی ایک مجمل عبارت پر یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ وہ بھی برزخ کی حیات جسمانی کے منکر ہیں۔ دراصل اسلاف دشمنی اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بندیالوی صاحب کی حالت اس مفتور العقل کی سی ہو چکی ہے جو دوپہر کی دھوپ میں سورج کے سامنے کھڑا ہو کر لوگوں سے پوچھا پھرے: ''اوئے سورج کدوں چڑھنا جے؟''

اور لائن بدل گئی

قارئین محترم! آپ ملاحظہ فرما چکے کہ بندیالوی صاحب نے لفظ برزخ اور مقام ارواح کے حوالے سے اسلاف امت کی ادھوری عبارات پر فریب و فراڈ کی جو دنیا آباد کرنے کی کوشش کی۔ اس کی حقیقت حسن بن صباح کی خیالی جنت سے قطعی مختلف ثابت نہ ہوئی۔ بندیالوی صاحب خود بھی اپنے اس بے بنیاد اور خلاف واقعہ طرز استدلال کی حقیقت سے واقف تھے کہ محض لفظ برزخ سے جسم و روح کا عدم تعلق ثابت کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ کیونکہ تمام اکابر قبور کے اندر روح و جسد کے تعلق پر متفق ہیں۔ لہٰذا انہوں نے سرے سے زمینی قبر کے قبر ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ یعنی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

(چھیالیسواں مغالطہ) علماء دیوبند اور مفہوم قبر

قبر ایک منصوص شرعی اصطلاح ہے قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس کا اطلاق اس گڑھے پر ہوتا ہے جس میں میت دفن کی جاتی ہے۔ جمہور اہل سنت کے نزدیک عذاب و راحت قبر کی جملہ روایات اسی زمینی قبر سے متعلق ہیں۔ البتہ مجازی طور پر اس کا اطلاق مقام ارواح (یعنی علیین و سجین) پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن بعض ائمہ اہل سنت کے نزدیک حقیقی قبر مقام ارواح ہے اور مجازاً اس کا اطلاق ارضی قبر پر بھی ہوتا ہے۔ گویا یہ صرف ایک لفظی نزاع ہے ورنہ دونوں کے نزدیک قبر اس عالم برزخ کا نام ہے جہاں میت کے روح و جسم دونوں قرار پذیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ عذاب و راحت کے مسئلے میں جسم و روح کے تعلق پر متفق ہیں۔ لیکن بندیالوی صاحب اور ان کے ہمنوا قرآن قرآن کی رٹ لگا کر تفسیر بالرائے کے ذریعہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق احادیث صحیحہ اور اجماع امت کو جھٹلانے پر مصر ہیں اور دوسری طرف مفہوم قبر کے بارے میں قرآن پاک کی واضح آٹھ آیات کو (جن میں واضح طور پر زمینی قبر کو ہی قبر قرار دیا

گیا ہے) بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ گویا ان کا قرآنی استدلال بھی یک طرفہ ہے جو کسی ضابطہ اور اصول کا پابند نہیں اور ذخیرہ احادیث میں بھی قبر کا مفہوم زمینی قبر ہی سے متعلق ہے۔ لیکن بندیالوی گروہ کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ حیات النبی ﷺ وغیرہ مسائل میں جن اکابر کی تحقیقات کو قول قولیاں قرار دے کر ان کا تمسخر اڑاتے ہیں، قبر کے بارے میں انہی اکابر کی ادھوری عبارات کو اپنے خود ساختہ مفہوم کے ساتھ قرآن کے واضح مفہوم کے مقابل پیش کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آیئے ان اکابر کی عبارات کے حوالے سے بندیالوی صاحب کی دھوکہ دہی کا جائزہ لے لیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب ایک طرف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا المہند کے حوالے سے تضاد اور دوغلا پن ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اور دوسری طرف ان کی بعض عبارات سے استدلال بھی کر رہے ہیں کہ وہ زمینی قبر کو قبر نہیں مانتے۔ حالانکہ ہم گزشتہ سطور میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں کہ بندیالوی صاحب نے اشرف الجواب کا حوالہ نقل کرنے میں صریح بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ حوالہ دوبارہ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ زمینی قبر کے قبر ہونے کا انکار نہیں فرماتے بلکہ قبر کا وسیع تر مفہوم عالم برزخ لیتے ہیں تاکہ روح و جسد کا باہمی تعلق ثابت رہ سکے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدن اور نفس سے مرکب کیا اور دنیا کے احکام بدنوں پر ٹھہرائے اور روحوں کو بدنوں کے تابع کیا اور برزخ کے احکام روحوں پر ٹھہرائے اور جسموں کو روح کے تابع کیا۔ قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھوں اور سکھوں میں روح کے تابع ہوتا ہے۔'' (المصالح العقلیہ ص ۳۴۴) ''غرض روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے اسی طرح بدن بلاشبہ مرنے کے بعد اجزائے بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے، خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلادیں، خواہ وہ ڈوب جائے، ذرہ ذرہ کے ساتھ روح کا تعلق (بالاتر از فہم) رہتا ہے۔'' (ایضاً ص ۳۵۶)

جناب بندیالوی صاحب! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھئے کہ وہ قبر اس عالم برزخ کو قرار دے رہے ہیں جہاں جسم بھی ہے، روح بھی اور ان دونوں کا باہمی تعلق بھی۔ کیا اب بھی آپ فریب وفراڈ کی دنیا سے نہ نکلیں گے؟

مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب نے زمینی قبر کے قبر ہونے کا انکار کرنے کے لئے دوسرا حوالہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کیا ہے اور حوالہ پیش کرنے میں بھی صریح بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ یہ حوالہ اس طرح ہے کہ ''قبر سے مراد زمین کا گڑھا (ہی) نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ (مراد) ہے۔'' (جواہر الایمان ص ۸)

بندیالوی صاحب ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے عبارت کے بین القوسین دونوں الفاظ ہضم کر گئے ہیں۔ حالانکہ انہی الفاظ سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا پورا مفہوم سامنے آتا ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبر کا وسیع تر مفہوم تسلیم کرتے ہوئے مکان کے اعتبار سے زمینی گڑھے کو بھی قبر مانتے ہیں اور زمان کے اعتبار سے موت تا قیامت کے وقت کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح و جسد کے تعلق کو تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۹۶) کے حوالے سے ان کا عقیدہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب نے اس بارے میں تیسرا حوالہ مولانا عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دیا ہے کہ وہ بھی زمینی قبر کو نہیں مانتے حالانکہ وہ بھی قبر کا وسیع تر مفہوم مراد لیتے ہیں اور روح و جسد کے تعلق سے انکاری نہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''روح کو علیین (یا سجین) میں رہنے کا حکم ہوتا ہے، پھر اس کو اپنے جسد عنصری کے ساتھ بھی ایک قسم کا تعلق رہتا ہے، خواہ وہ جسم ہوا میں لٹکا دیا جائے یا دریا میں ڈبو دیا جائے یا جلا دیا جائے یا گڑھے میں دبا دیا جائے۔ بہرحال اسی تعلق کے سبب جس کو شرع نے ''ویعاد روحہ فی جسدہ'' سے اور کبھی ''یعقعدانہ'' سے اور کبھی ''فیجلسانہ'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں کے ملائکہ جو اس کے لئے نعم وراحت (یا عذاب) پہنچانے پر معین ہیں۔ اس سے توحید ورسالت کی بابت سوال کرتے ہیں۔'' (البیان فی علوم القرآن ص ۱۳۰)

مولانا حقانی مرحوم اپنی اس واضح تحریر میں ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ میت کا جسم جس حال میں بھی ہو، اس کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور سوالات نکیرین اسی تعلق کی بنیاد پر جسد میت سے ہوتے ہیں۔ ان کے اس واضح ارشاد کے بعد بھی محض مفہوم قبر کے جزوی اختلاف کے حوالہ سے انہیں منکرین حیات کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ہمارے فہم ناقص کے مطابق مولانا حقانی مرحوم کی بعض عبارات سے جو اشتباہ پیدا ہوتا ہے وہ صرف ان کے بنیادی مؤقف کو پوری طرح نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مقام پر عذاب وراحت قبر کے بارہ میں ان کے بنیادی مؤقف کو بھی واضح کر دیا جائے۔ تاکہ اشتباہ رفع ہو سکے۔

چنانچہ مولانا حقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''واضح ہو کہ انسان روح یا نفس ناطقہ ہے اور یہ جسم خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اس نفس ناطقہ یعنی روح ہوائی کا (کہ جس کو نسمہ کہتے ہیں) مرکب ہے، اعنی نفس ناطقہ کا تعلق روح ہوائی سے ہے اور روح ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے، جب کسی سبب سے اس جسم خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترک تعلق کا نام موت عرضی ہے) تو نفس ناطقہ کو جو ہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح کا حس وادراک اور شعور وتمیز بھی باقی رہتا ہے۔ اس میں کافر ومومن، شہید وغیر شہید سب برابر ہیں۔ پس اس معنی سے موت ہے تو جسم کو اور حیات ہے تو نفس ناطقہ کو۔ لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی (براہ راست) پہنچتا ہے اور جسم گلتا سڑتا نہیں ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام کے اجساد سے ظاہر ہوتا ہے۔'' (تفسیر حقانی ج اوّل پارہ نمبر ۲ ص ۱۵)

مولانا حقانی مرحوم کے اس تفسیری اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی بالکلیہ نفی نہیں فرما رہے۔ بلکہ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اس مسلک کو اختیار کئے ہوئے ہیں جس میں انسان عناصر ثلاثہ (جسد خاکی، نفس ناطقہ اور روح) سے مرکب ہے۔ ان کے نزدیک جسد خاکی کے اندر دو قوتیں برابر سرگرم عمل ہیں۔ ایک روح جس کا مقصد جسد خاکی کے اندر حرکت وتازگی کو برقرار رکھنا ہے اور دوسری نفس ناطقہ جو جسد خاکی کے اندر حواس وادراک پیدا کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے، روح کا تعلق نفس ناطقہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور جسد خاکی کے ساتھ بھی۔ لیکن بوقت موت روح کا تعلق جسد خاکی سے کٹ جاتا ہے نفس ناطقہ سے باقی رہتا ہے۔ بالفاظ دگر

جسد خاکی سے روح کا بلا واسطہ تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن بالواسطہ نفس ناطقہ یہ تعلق باقی رہتا ہے، جس کی وجہ سے جسد خاکی کے اندر (عذاب وراحت قبر محسوس کرنے کے لئے) حس وادراک اور شعور وتمیز باقی رہتا ہے۔ لیکن جسد خاکی کی تازگی وسلامتی باقی نہیں رہتی اور وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ البتہ جن اجساد مقدسہ کے ساتھ روح کا براہ راست تعلق باقی رہتا ہے وہ اجساد محفوظ وتازہ بھی رہتے ہیں اور مولانا حقانی مرحوم کے نزدیک وہ اجساد، انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور شہداء کے ہیں۔ جن سے روح کا بلا واسطہ تعلق بدستور رہتا ہے اور اسی تعلق کی بناء پر وہ محفوظ وتازہ رہتے ہیں۔ تغیرات کا شکار نہیں ہوتے۔ مولانا حقانی مرحوم دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ البتہ کبھی کبھی اس روحانیت کے ثواب وعذاب کا اثر اس بدن پر بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ (البیان ص ۱۳۲)

مولانا حقانی مرحوم صاف صراحت فرما رہے ہیں کہ عذاب وراحت قبر کے لئے روح کا جسد خاکی کے ساتھ تعلق تو مسلسل رہتا ہے (خواہ بالواسطہ ہی سہی) لیکن کبھی کبھی وہ تعلق اس قدر نمایاں ہو جاتا ہے کہ دیکھنے والے بھی اسے محسوس کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ اسی عبارت کے حاشیہ میں وہ فرماتے ہیں کہ:

''اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اکثر اولیاء کرام اور بعض شہداء وصالحین کا جسم بھی ویسا ہی سلامت رہتا ہے بغیر کسی حنوط اور مصالحہ لگانے کے۔ سینکڑوں برسوں کے بعد ان کی قبروں میں ویسی کی ویسی لاشیں دکھائی دیتی ہیں اور اس کا مشاہدہ ہوا ہے اور اسی طرح بعض اشقیاء کے بدن پر بھی آثار عذاب دیکھے گئے ہیں۔ روح جو برسوں جسم میں رہی ہے اس کا اثر جسم تک پہنچ جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔'' (ایضاً ص ۱۳۲)

ایک اور مقام پر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''اہلسنت کے نزدیک یہ قول (کہ شہید قیامت کے دن زندہ ہوں گے) غلط ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ ان کو احیاء (یعنی بالفعل زندہ ہیں) فرما رہا ہے۔ وہ احادیث جو شہیدوں کے بالفعل زندہ ہونے پر دلالت کر رہی ہیں حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ صحاح ودیگر کتب حدیث ان سے مالا مال ہیں۔ پھر ان کو جو بالفعل زندہ مانتے ہیں، بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ان کے اسی جسم میں حیات دی جاتی ہے۔ شاید اس سے یہ مراد ہو کہ شہیدوں کی روحانیت اور بقاء باللہ کا اثر بعض اوقات ان کے اجسام تک بھی پہنچتا ہے۔ اس لئے سینکڑوں برسوں کے بعد جو کبھی شہیدوں کی لاشیں برآمد ہوئیں تو ان کا جسم بھی تر وتازہ پایا گیا۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ احد پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک بار جو اس نے زور کیا تو جنگ احد کے بعض شہیدوں کی لاش نکلی جس سے بدستور خون جاری تھا اور یہ معاملہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں ہوا اور یہی سر ہے کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کی لاشوں میں بھی (روح کا) وہ اثر ہو جاتا ہے۔ کیونکر نہ ہو پھول کا اثر مٹی میں ہو جاتا ہے روح تو بڑی چیز ہے۔'' (تفسیر حقانی ج ۲ ص ۱۰۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ: ''بعض لوگ کہ جن کی نورانیت (یعنی روحانیت) نہایت غالب ہوتی ہے ان کا اس عالم (یعنی قبر ارضی) سے نہایت تعلق رہتا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام بلکہ وہ نورانیت ان کے جسم اطہر پر سرایت کر جاتی ہے۔ اس لئے وہ گلتا سڑتا نہیں اور اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے اور یونس علیہ السلام کو لبیک کہتے دیکھا۔ اس لحاظ سے انبیاء کے لئے موت کے بعد حیات ثابت کی جاتی ہے اور حیات النبی ﷺ مشہور بین الجمہور ہے۔'' (مقدمہ تفسیر حقانی ص ۶۷)

ان اقتباسات کو بار بار اور بغور ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ کیجئے کہ مولانا حقانی مرحوم عام اموات کے اجساد عنصریہ کے ساتھ بالواسطہ نفس ناطقہ اور انبیاء وشہداء وصالحین ؒ کے اجساد مبارکہ کے ساتھ بلاواسطہ تعلق روح کے قائل ہیں۔ عذاب وراحت قبر میں روح کے ساتھ جسم کی شراکت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تعلق روح کی ہی بنیاد پر اجساد انبیاء وشہداء وصالحین ؒ کو محفوظ مانتے ہیں اور روح وجسم کے اس تعلق کو نہ بعید از عقل قرار دیتے ہیں اور نہ قرآن وسنت کے منافی۔

آیئے بندیالوی صاحب اگر آپ مولانا حقانی مرحوم کی انہی تعبیرات وتشریحات سمیت ان کے مفہوم قبر کو قبول کرتے ہیں تو اعلان فرما دیجئے۔ پھر ہمارا اور آپ کا جھگڑا ختم۔ لیکن اگر آپ مولانا حقانی مرحوم کی مذکورہ توضیحات وتشریحات کو قبول نہ کریں تو پھر آپ کو ان کے مفہوم قبر سے بھی استدلال کرنے کا شرعاً واخلاقاً کوئی حق نہیں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب نے اس بارے میں چوتھا حوالہ مولانا کاندھلوی ؒ کا دیا ہے کہ وہ بھی زمینی قبر کو قبر نہیں مانتے۔ حالانکہ مولانا کاندھلوی ؒ اپنے عقیدہ کی وضاحت بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ:

☆...... ''قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے، عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد جو بات سب سے پہلے پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب خویش واقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں اور روح انسانی جسم خاکی کی طرف عود کرتی ہے تو دو فرشتے منکر نکیر بحکم خداوندی قبر میں آ کر اس سے سوال کرتے ہیں۔'' (عقائد الاسلام حصہ اول ص ۵۹)

☆...... ''بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مرنے کے بعد عالم برزخ میں مردہ کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ میت کو زندہ کر دیتا ہے تو نکیرین اسے بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں۔'' (ایضاً حصہ دوم ص ۸۷)

کیوں جناب بندیالوی! اگر آپ اسی عقیدہ کے ساتھ یہی مفہوم قبر مراد لیتے ہیں جو مولانا کاندھلوی ؒ نے بیان فرمایا تو یقین کیجئے اس مسئلہ میں ہمارا اور آپ کا اختلاف ختم ورنہ خدارا عوام کو دھوکہ دے کر اپنی آخرت خراب نہ کیجئے۔

مولانا محمد منظور نعمانی اور مفہوم قبر

اس بارے میں بندیالوی صاحب نے پانچواں حوالہ مولانا نعمانی ؒ کا دیا ہے کہ وہ بھی زمینی قبر کو قبر نہیں مانتے جب کہ مولانا نعمانی خود اپنے عقیدہ کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ:

☆...... سوالات نکیرین کی احادیث میں قبر کے لفظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ سوال وجواب صرف ان ہی مردوں سے مخصوص ہیں جو قبروں میں دفن ہوتے ہیں۔ دراصل قبر کا ذکر ان حدیثوں میں صرف اس لئے کر دیا گیا ہے کہ وہاں مردوں کو قبروں میں دفن کرنے کا عام رواج تھا اور لوگ صرف اسی طریقہ کو جانتے تھے ورنہ اللہ کے فرشتوں کی طرف سے یہ سوال وجواب ہر مرنے والے سے ہوتا ہے خواہ اس کا جسم قبر میں دفن کیا جائے، خواہ دریا میں بہایا جائے، خواہ آگ میں جلایا جائے۔ (معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۹۵)

☆..... مرنے کے بعد جب بندہ کا واسطہ اس زمین سے پڑتا ہے اور وہ اس کے سپرد ہوتا ہے تو ایمان وعمل کے فرق کے لحاظ سے زمین کا برتاؤ اس کے ساتھ کتنا مختلف ہوتا ہے، حقیقی مومن ومسلم ہو تو زمین (کسی عزیز ومحترم مہمان کی طرح) اس کا استقبال کرتی ہے اور اس کے لئے حد نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور جب کوئی بدکار آدمی زمین کے سپرد کیا جاتا ہے تو وہ اس کو بھینچتی اور دباتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔(ایضاج ۲ ص ۳۲)

☆..... قبر سے مراد عالم برزخ کا ٹھکانہ ہے خواہ وہ اصطلاحی قبر ہو یا کچھ اور۔ (ایضاص ۳۳)

جناب بندیالوی! غور فرمایئے کہ مولانا نعمانی رحمہ اللہ صاف لفظوں میں قبر اس جگہ کو مان رہے ہیں جہاں میت کا جسم ہوتا ہے اور اسی پر وہ عذاب وراحت قبر کی احادیث کا اطلاق مانتے ہیں۔کیا آپ اس سے متفق ہیں؟ اگر نہیں تو دھوکہ دینے سے فائدہ؟

یہ فاصلے حجاب کے سمٹیں کسی طرح دوری سے زندگی ہے مسلسل عذاب میں

(سینتالیسواں مغالطہ) حیات شہداء اور عقیدہ اہل سنت

بندیالوی صاحب نے قرآن کی تفسیر بالرائے اور احادیث کے خودساختہ اختراعی مفہوم کے ذریعے سے شہداء کی جسمانی حیات سے بھی انکار فرمایا ہے۔وہ ''بل احیاء عند ربهم یرزقون'' کی آیت قرآنی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شہداء قبروں میں نہیں، اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا ان کی قبریں اور ان کے اجساد ان کے رب کے ہاں نہیں؟ پھر اگر ہم یہ عرض کریں گے کہ بندیالوی صاحب دنیا میں نہیں اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو یقیناً ان کی پیشانی شکن آلود اور ان کی آنکھیں قہر آلود ہو جائیں گی۔حیرت ہے کہ بندیالوی صاحب کا خدا تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ اس مےخوار وبادہ نوش سے بھی کمزور ہے جو اعلان کرتا پھر رہا ہے:

پینے دے شراب مجھے مسجد میں بیٹھ کر یا وہ جگہ بتا کہ جہاں خدا نہیں ہے

ایک پتھری مجتہد اور ایک شراب خور کے درمیان اس واضح فرق پر ہم اس سے زیادہ کیا تبصرہ کر سکتے ہیں کہ:

نکل جاتی ہو جس کے منہ سے سچی بات مستی میں فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

بندیالوی صاحب نے سبز پرندوں والی روایات سے بھی استدلال کیا ہے کہ شہداء کی روحیں پرندوں کے قالبوں میں ہیں اور ان کا ابدان سے کوئی تعلق نہیں اور اس کے لئے انہوں نے بطور ثبوت چند مفسرین کا حوالہ دیا ہے۔آیئے ان مفسرین کی اصل عبارات کی روشنی میں اس بندیالوی نظریہ کا بھی جائزہ لے لیں۔

تفسیر ابن کثیر

پہلا حوالہ انہوں نے تفسیر ابن کثیر کا دیا ہے حالانکہ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اجساد کے ساتھ تعلق ارواح کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے لئے یہ حکم ثابت ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کرے تو اس طرح سلام جس طرح مخاطب سے کیا جاتا ہے یعنی کہے: اے مومنوں کی بستی میں رہنے والو، تمہیں سلام ہو اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے۔اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو وہ معدوم وجماد کی طرح ہوتے اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس پر

اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ کسی مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے تو مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد پر خوشی محسوس کرتا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

کیوں بندیالوی صاحب! امام حافظ ابن کثیر ؒ ارواح شہداء کو سبز رنگ کے پرندوں کے حواصل وبطون میں تسلیم کرنے کے باوجود یہ فرمارہے ہیں کہ ان کا اجسام کے ساتھ تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی قبور پر آنے والے زائرین کو پہچانتے بھی ہیں اور ان کا سلام بھی سنتے ہیں۔

تفسیر خازن

دوسرا حوالہ انہوں نے تفسیر خازن کا دیا ہے۔ حالانکہ امام علاؤالدین علی بن محمد ؒ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے ہرگز انکاری نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: ''شہداء کی حیات کے بارے میں یہ اختلاف کیا گیا ہے کہ وہ صرف روح کے لئے ہے یا روح اور جسم دونوں کے لئے۔ جنہوں نے یہ حیات صرف روح کے لئے قرار دی ہے وہ سبز پرندوں والی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور جو روح وجسم دونوں میں حیات تسلیم کرتے ہیں وہ قرآن پاک کے ''عند ربھم یرزقون'' کے الفاظ سے استدلال کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ''انھم یرزقون ویاکلون ویتنعمون کالاحیاء'' زندوں کی طرح ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ کھاتے ہیں اور نعمتیں پاتے ہیں۔'' (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۲۳)

اب اس بات کی وضاحت تو بندیالوی صاحب ہی کر سکتے ہیں کہ وہ قرآنی استدلال مانتے ہیں یا حدیثی؟ کیونکہ علامہ خازن ؒ تو تسلیم کر رہے ہیں کہ شہداء کی حیات جسمانی ماننے والوں کا استدلال قرآن سے ہے اور قرآن نے واقعی خبر دی ہے کہ وہ زندوں کی طرح کھاتے اور زندوں کی طرح نعمتیں پاتے ہیں۔

چنانچہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''بے شک شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس عالم غیب میں زندہ ہیں۔ کیونکہ وہ عالم آخرت کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ ہم ان کی حیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولکن لاتشعرون'' (ایضاً ج ۱ ص ۱۰۳)

گویا شہداء کی جسمانی زندگی اپنے مقام پر حقیقت ہے جس میں وہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور دیگر نعمتیں بھی پاتے ہیں۔ البتہ ان کی وہ جسمانی زندگی ہمارے شعور وادراک سے ماوراء ہے۔ اس واضح قرآنی استدلال کو جھٹلانا بندیالوی صاحب کا ہی حوصلہ ہے۔ جب کہ ہم الحمدللہ حدیث صحیح کی روشنی میں ارواح شہداء کو سبز رنگ کے پرندوں کے بطون میں بھی مانتے ہیں اور قرآن پاک کی روشنی میں ان ارواح کا تعلق شہداء کے بدن سے بھی تسلیم کرتے ہیں۔

تفسیر احکام القرآن

تیسرا حوالہ انہوں نے تفسیر احکام القرآن کا دیا ہے حالانکہ امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی ؒ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے ہرگز انکاری نہیں کرتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''وقال الجمھور ان اللہ تعالی یحییھم بعد الموت'' جمہور فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ موت کے بعد شہداء کو زندہ کرتا ہے اور ان کو ان کے استحقاق کے مطابق راحت پہنچتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ دیگر مخلوقات کو فنا کرتے وقت خدا تعالیٰ ان کو بھی فنا کر کے آخرت کی طرف لوٹا دے اور ان کو جنت میں داخل کر دے۔'' وذالک یقتضی انھم احیاء فی ھذاالوقت'' اور یہ حقیقت اس امر کو چاہتی ہے کہ وہ اس

وقت بھی زندہ ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ جنت میں زندہ ہیں، ان کی یہ تاویل باطل ہے۔ کیونکہ جنت میں تو تمام اہل اسلام کے نزدیک بالاتفاق سب زندہ ہوں گے۔ کوئی مردہ نہ ہوگا۔'' (احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵)

اور دوسرے مقام پر برزخ کی کیفیت حیات پر تبصرہ کرتے ہوئے امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اور جب یہ جائز ہے کہ مومنوں کو قیامت کے دن سے پہلے قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور وہ قبور میں راحت پاتے ہیں تو جائز ہے کہ کفار کو بھی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جائے۔'' (ج ۱ ص ۱۰۸)

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ بندیالوی صاحب کو امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بھی قطعاً مفید نہیں کہ ارواح شہداء سبز پرندوں کے بطون میں ہیں۔ کیونکہ امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی اجسام شہداء کے ساتھ ان کے تعلق سے انکار نہیں فرماتے بلکہ انکار کرنے والوں کے قول کو باطل اور مردود ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر طبری

چوتھا حوالہ انہوں نے تفسیر طبری کا دیا ہے حالانکہ امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے انکاری نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے قبض روح کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''فتعاد روحه في جسده ویاتیه الملکان فیجلسانه في قبره فیقولون من ربک'' پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے قبر میں بٹھاتے ہیں اور پھر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟'' (تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۳ ص ۲۱۴)

یعنی امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ہر مومن کے لئے قبر کے اندر اعادہ روح کے قائل ہیں اور (ص ۲۱۸) پر وہ کفار کے لئے بھی قبور کے اندر اعادہ روح کی روایات نقل فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی کسی اجمالی عبارت سے یہ تاثر دینا کہ وہ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے بطون میں مانتے ہوئے اجسام کے ساتھ ان کے تعلق سے انکاری ہیں۔ ایک صریح دھوکہ ہے۔ باقی بندیالوی صاحب کا مسلم شریف، ترمذی شریف، مسند احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ کتب احادیث سے سبز پرندوں والی روایات نقل کرنا بھی ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس سے اجسام کے ساتھ ان کے تعلق سے انکار کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا۔ هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین!

(اڑتالیسواں مغالطہ) حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورهم'' سے انکار

بندیالوی صاحب! نے اپنے خانہ ساز اختراعی عقیدہ کو بزور قلم ثابت کرنے کے لئے حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' کو بھی تختہ مشق بنانے کی مذموم کوشش فرمائی ہے۔ حالانکہ اس حدیث کو تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے چند اکابر کی ادھوری و مجمل عبارات کے حوالہ سے حدیث میں مذکور لفظ قبر کو اختراعی مفہوم دے کر حدیث کی حقیقت و روح کو فنا کرنے کی کوشش کی جس میں وہ بری طرح ناکام رہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم مفہوم قبر کے حوالے سے پوری طرح واضح کر چکے ہیں۔

دوسرے نمبر پر انہوں نے اس حدیث کے ایک راوی پر جرح کر کے بیہقی وقت بننے کی سر توڑ کوشش کی ہے۔ لیکن مفہوم قبر کے بارے میں قرآن و سنت کے واضح مفہوم اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عذاب قبر کے بارے میں امت کے اجماعی فکر

تنگ ذہنی رسائی سے محروم شخص کیا جانے کہ اصول حدیث اور فن اسماء الرجال کیا چیز ہے؟ انہوں نے (میزان الاعتدال ج۱ ص۴۶۰) کے حوالے سے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تو نقل کر دیا کہ اس حدیث کا ایک راوی حجاج بن الاسود مجہول ہے اور ثابت بنانی سے منکر روایت نقل کرتا ہے لیکن امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے (لسان المیزان ج۲ ص۱۷۵) میں اس کا جو جواب دیا ہے وہ پیشہ ورانہ کرتب کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہضم کر گئے ہیں۔ حالانکہ امام ابن حجر نے امام احمد، امام ابن معین، امام ابوحاتم اور امام ابن حبان (رحمہم اللہ) کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حجاج بن الاسود ثقہ راوی ہے اور مجہول بھی نہیں۔ کیونکہ اس سے مسلم بن سعید کے علاوہ جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادۃ اور عیسیٰ بن یونس بھی روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا اسے مجہول قرار دے کر اس کی روایت ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کو منکر قرار دینا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا وہم ہے۔

اور پھر بندیالوی صاحب کو یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہئے کہ جس حدیث کو امام بیہقی (فتح الباری ج۱۳ ص۲۴۶)، امام ابن تیمیہ (مختصر الفتاویٰ ص۱۷۰)، علامہ تاج الدین سبکی (طبقات شافعیہ ج۶ ص۲۸۱)، علامہ محمد انور شاہ کشمیری (فیض الباری ج۲ ص۶۴)، علامہ شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم ج۱ ص۳۲۹)، علامہ نورالدین ہیثمی (مجمع الزوائد ج ص۲۱۱)، علامہ عزیزی (السراج المنیر ج۲ ص۱۳۴)، علامہ ملا علی قاری (مرقات ج۲ ص۲۱۲)، علامہ عبدالرؤف مناوی (فیض القدیر ج۳ ص۱۸۴)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۴۷)، علامہ سمہودی (وفاءالوفا ج۲ ص۴۰۵)، حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری ج۱۳ ص۲۴۶)، علامہ بدرالدین عینی (عمدۃ القاری ج۷ ص۶۰۰)، علامہ شمس الدین سخاوی (القول البدیع ص۱۲۵)، امام جلال الدین سیوطی (انباہ الاذکیاء)، امام علی بن عبدالکافی سبکی (شفاء السقام ص۱۵۴)، حضرت مجدد الف ثانی (مکتوبات دفتر۲ ص۲۹)، شیخ احمد بن محمد الخفاجی (نسیم الریاض ج۳ ص۴۹۹)، امام محمد بن عبدالوہاب زرقانی (شرح المواہب ج۵ ص۳۳۴)، علامہ محمد یوسف اردبیلی (کتاب الانوار ج۲ ص۴)، شاہ ولی اللہ دہلوی (فیوض الحرمین ص۲۸)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (تفسیر مظہری ج۱۰ ص۲۲۴)، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (فتاویٰ عزیزی ج۱ ص۱۶۰)، علامہ ابن عابدین شامی (رسائل ابن عابدین ج۲ ص۲۰۳)، علامہ سید محمد محمود آلوسی (تفسیر روح المعانی ج۲۲ ص۳۶)، نواب قطب الدین دہلوی (مظاہر حق ج۱ ص۴۴۵)، مولانا خلیل احمد سہارن پوری (بذل المجہود ج۳ ص۴۰۷)، مولانا اشرف علی تھانوی (نشر الطیب ص۱۸۳)، علامہ ابن عبدالہادی (الصارم المنکی ص۱۶۸) اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (فضائل درود شریف) (رحمہم اللہ) جیسے جید اسلاف صحیح قرار دے کر اس سے استدلال کر رہے ہوں اور اس کی صحت وثقاہت پر متفق ہوں۔ وہ حدیث عصر حاضر کے کسی پیشہ ور واعظ اور رسمی خطیب کی لفظی جرح سے ہرگز متاثر نہیں ہو سکتی۔

باقی رہا بندیالوی صاحب کا حافظ ابن القیم کے قصیدہ نونیہ کے حوالے سے یہ لکھنا یہ روایت ضعیف ہے تو یہ بھی بندیالوی صاحب کا صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی ایک سند جس میں حسن بن قتیبہ راوی ہے وہ واقعی ضعیف ہے۔ حافظ ابن القیم سمیت جس نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ اسی ضعیف و کمزور سند کی وجہ سے جب کہ مسند ابی یعلیٰ والی سند کے حوالے سے کسی امام نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار نہیں دیا۔ اب اس کمزور سند والی حدیث کی آڑ میں صحیح سند والی حدیث کا انکار صریح دھوکہ اور کھلا انکار حدیث نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر بندیالوی صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی (لطائف قاسمی ص۵) سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ ''ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات میں ضعیف ہیں۔'' اس جملہ کا مفہوم ومقصود صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس سے حضرت کی مراد وہ روایات ہیں جن میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب

وہ خود پورے زور و شور کے ساتھ اس عقیدہ کا اثبات فرما رہے ہیں تو پھر اثبات کی روایات کو ضعیف کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ جب کہ حیات النبی ﷺ کی اثبات کی احادیث سے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی کتب میں متعدد مقامات پر استدلال بھی فرمایا ہے۔ مثلاً (آب حیات ص ۱۷۴) پر انہوں نے ''ما من مسلم یسلم علیَّ الا رد اللہ علیَّ روحی حتی اسلم علیہ'' کی روایت سے نہ صرف استدلال فرمایا ہے بلکہ اس پر وارد ہونے والے شبہات کا مدلل جواب بھی دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے (اجوبہ اربعین ص ۲۹۸) پر حدیث ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حفاظت جسم انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی حیات کی دلیل ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ حیات الانبیاء کی مثبت احادیث کو ہرگز ضعیف قرار نہیں دیتے اور اگر بالفرض وہ مثبت احادیث کو ہی ضعیف قرار دیتے ہیں تو کم از کم حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون، حدیث: فنبی اللہ حیٌ یرزق'' اور حدیث ''رد اللہ علی روحی'' وغیرہ تو کسی صورت بھی ضعیف قرار نہیں دیتے۔ اگر بندیالوی صاحب میں علمی و اخلاقی جرأت ہے تو وہ ثابت کریں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

نوٹ: شاید بندیالوی صاحب یا ان کا کوئی ہم نوا یہ سوال کرے کہ اگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ہاں یہ روایات ضعیف نہیں تو پھر انہوں نے ان روایات سے بکثرت استدلال کیوں نہیں کیا؟ تو جواباً عرض ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں حیات النبی ﷺ سے انکار صرف روافض کا عقیدہ تھا اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے انہیں کے رد میں اہل سنت والجماعت کے اس اجماعی عقیدہ کا اثبات فرمایا ہے۔ اس لئے انہوں نے احادیث کے بجائے زیادہ تر قرآن پاک کی آیات ہی سے استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کتب ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، آب حیات، لطائف قاسمیہ اور جمال قاسمی وغیرہ میں عقیدہ حیات النبی پر سینکڑوں صفحات میں پھیلا ہوا مضمون اس حقیقت کی واضح دلیل ہے۔ لہٰذا احادیث سے بکثرت عدم استدلال اس بات کی دلیل نہیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ان احادیث کو العیاذ باللہ تعالیٰ ضعیف یا ناقابل استدلال سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر بندیالوی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ان مذکورہ احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے تو پھر ہم بندیالوی صاحب سے عرض کریں گے کہ وہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے قرآنی استدلال کو قبول کر کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو تسلیم کر لیں۔

(انچاسواں مغالطہ) حدیث فنبی اللہ حیٌ یرزق سے انکار

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۵) پر (ابن ماجہ ص ۱۱۹) کی ایک حدیث ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیٌ یرزق'' کو بھی ہدف انکار بنایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی سعید بن ابی ہلال کو علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن جناب بندیالوی اس کے برعکس یہ حقیقت قصداً نظر انداز کر گئے ہیں کہ جہاں ابن سعد، عجلی، ابن خزیمہ، دارقطنی، بیہقی، خطیب بغدادی، حافظ ابن عبدالبر، ابوحاتم، ساجی اور امام ابن حبان (رحمہم اللہ) جیسے ائمہ اس راوی (سعید بن ابی ہلال) کے ثقہ و صدوق ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما رہے ہوں (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۹۵) اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت لی ہو۔ وہاں ایک ابن حزم رحمہ اللہ کی جرح (اور وہ بھی مبہم) کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ کیا بندیالوی صاحب نے جمہور کا مؤقف و نظریہ قبول نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے؟ باقی رہا بندیالوی صاحب کا یہ کہنا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے (التاریخ الکبیر ج ۲ ص ۴۵۴) میں مذکورہ روایت کو

مرسل قرار دیا ہے تو یہ بھی ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرسل روایت سے ترجیح جائز ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۱) اور علامہ شبیر احمد عثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل روایت سے متصل روایت کی تفسیر کی جاسکتی ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۲۵) اور یہ روایت ''فنبی اللہ حی یرزق'' تفسیر ہے ان روایات کی جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع اور ان کے اجساد مبارکہ کی حفاظت کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ سخاویؒ ''ورجالہ ثقات لکنہ منقطع'' (القول البدیع ص ۱۵۸) فرمانے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسے امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالے سے مرسل قرار دینے (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸) کے باوجود اس سے استدلال فرماتے ہیں۔

ان کے علاوہ علامہ عزیزی (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰)، علامہ ملا علی قاری (مرقات ج ۳ ص ۲۴۲)، علامہ دمیری فیض القدیر للمناوی ج ۲ ص ۸۷)، علامہ زرقانی (شرح المواہب ج ۵ ص ص ۲۳۶)، علامہ منذری (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)، علامہ سمہودی (خلاصۃ الوفاء ص ۴۸)، علامہ ذہبی (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۲۷۸)، علامہ نووی (کتاب الاذکار ص ۸۷ ۳)، حافظ ابن حبان (فتح الباری پ ۲۶ ص ۵۷)، حافظ ابن حجر (ایضاً ص ۸۷)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری کتاب الانبیاء ص ۹۷)، علامہ عینی (شرح بخاری ج ۶ ص ۶۹ و بنایہ ج ۱ ص ۱۰۹۶)، امام حافظ ابن کثیر (تفسیر ج ۲ ص ۵۱۴)، علامہ ابن القیم (جلاء الافہام ص ۴۴، کتاب الروح ص ۴۳)، علامہ ابن عبدالہادی (الصارم المنکی ص ۱۷۴)، شیخ عبدالغنی نابلسی (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوت ج ۲ ص ۹۲۰)، علامہ محمد انور شاہ کاشمیری (خزائن الاسرار ص ۱۹)، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (ہدایۃ الشیعہ ص ۳۶) اور حضرت تھانوی (نشر الطیب ص ۲۱۰) (رحمہم اللہ) جیسے اسلاف اہل سنت بھی اس حدیث سے انبیاء کرام علیہم السلام کی فی القبور مرزوقیت پر استدلال فرماتے ہیں۔ گویا اس کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اب ہم یہ فیصلہ بندیالوی صاحب پر چھوڑتے ہیں کہ وہ مذکورہ حدیث کو قبول کرنا گوارا کرتے ہیں یا مذکورہ اکابر سے برأت و بےزاری کا اعلان فرماتے ہیں۔

(پچاسواں مغالطہ) حدیث رأیت موسیٰ قائما کی بندیالوی توجیہ

بندیالوی صاحب نے حدیث ''رأیت موسی قائما یصلی فی قبرہ'' (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۸ و نسائی شریف ج ۱ ص ۱۸۵) کو بھی تمسخرانہ نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ اس پر انہوں نے اعتراض یہ وارد کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے زمینی قبر میں بھی نماز پڑھتے دیکھا۔ بیت المقدس میں بھی دیکھا اور آسمانوں پر بھی دیکھا۔

''اگر زمینی قبر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام جسم مع روح موجود نماز پڑھ رہے تھے تو بیت المقدس میں کس طرح پہنچے اور آسمان پر ان سے ملاقات کس طرح ہوگئی۔ کیا کوئی عقدہ کشا اس عقدہ کو حل کرے گا؟'' (ص ۲۵)

جناب والا! یہ کوئی ایسا عقدہ نہیں کہ حل نہ ہوسکے البتہ اس کے لئے علم نافع اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔ اگر یہ دو نعمتیں آپ کے پاس موجود ہوں تو ہم چٹکی میں یہ عقدہ حل کئے دیتے ہیں اور اگر آپ ان دونوں نعمتوں سے محروم ہیں تو پھر واقعی کوئی عقدہ کشا اس عقدہ کو حل نہ کرسکے گا۔

پہلی بات یہ ذہن نشین رکھئے کہ واقعہ معراج قدرت الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اگر قدرت الٰہیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لمحوں میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس، آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کا سفر کرکے واپس آسکتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے قدرت الٰہیہ سے یہ کیوں ممکن نہیں؟ کیا آپ حضرت موسیٰ کے بارے میں قدرت الٰہیہ سے انکار کرکے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

معراج جسمانی سے انکار کی راہ تو ہموار نہیں کر رہے ہیں؟ کیونکہ معراج جسمانی سے انکار کرنے والے بدنصیبوں نے ایسی ہی رکیک و بےہودہ تاویلات سے کام لیا ہے۔ جب کہ (حافظ ابن حجر فتح الباری پ ۱۴ ص ۲۸۷) میں اور امام بیہقی (حیات الانبیاء ص ۱۴) میں اس بات کی وضاحت فرما چکے ہیں کہ شب معراج آنحضرت ﷺ کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھنا نہ عقل سلیم سے متصادم ہے اور نہ نقل صحیح کے منافی ہے۔ بلکہ ان کی حیات جسمانی پر واضح دلیل ہے۔

جناب بندیالوی! حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو بنظر صحیح (بشرطیکہ علم و فہم کے ساتھ وہ بھی جواب نہیں دے گئی تو) دیکھئے کہ کہیں آپ عقل سلیم اور نقل صحیح سے محروم تو نہیں؟ اور اگر آپ فتور عقل اور علم ناقص کی بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ جسمانی نقل و حرکت قبول کرنے پر آمادہ نہیں تو کم از کم یہی تسلیم کر لیجئے کہ زمینی قبر میں تو موسیٰ علیہ السلام کا جسد حقیقی نماز پڑھ رہا تھا۔ البتہ دیگر مقامات پر ان کی روح مبارکہ متمثل ہو کر موجود تھی اور جسد مثالی کے ساتھ روح کے متمثل ہو کر مختلف مقامات پر موجود ہونے سے تو سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کو بھی انکار نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نقش بندی (ڈیرہ غازی خان) فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۳ء میں ڈیرہ غازی خان کے اندر جو بریلوی دیوبندی مناظرہ ہوا۔ اس میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے اپنا عقیدہ اس طرح لکھا کہ:

''حضور علیہ السلام کے بعض علوم غیبیہ کا قائل مسلمان ہے اور حضور علیہ السلام کے مثالی وجود اطہر کو بعض اوقات کسی جگہ حاضر سمجھے تو اس کا قائل مسلمان ہے۔'' (تحفۃ الموحدین ص ۱۳)

شاہ صاحب کی اس تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ: ''پہلے تو یہ تحریر کر دیا کہ مثالی صورت میں بعض جگہ حاضر لیکن ماشاء اللہ اب یہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام روضہ اقدس میں بھی صلوٰۃ وسلام نہیں سن سکتے۔'' (ایضاً ص ۱۳)

یقیناً بندیالوی صاحب کا عقدہ اب پوری طرح حل ہو چکا ہوگا اور انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی التکشف، علامہ عثمانی کی فتح الملہم اور تفسیر بیضاوی، روح المعانی، شرح الصدور اور تفسیر مظہری وغیرہ سے جو نقل کیا ہے کہ سفر معراج میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء کرام علیہ السلام کی مثالی اجسام میں متمثل ارواح کو دیکھا تھا تو اس سے ان کے اجساد حقیقیہ کے ساتھ تعلق کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔

باقی رہا ''لو کان موسی حیاً ما وسعہ الا اتباعی'' کی روایت سے موسیٰ علیہ السلام کی عدم حیات پر بندیالوی صاحب کا استدلال تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اس میں اتباعی کا لفظ ہی اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مکلف زندگی کی نفی ہے جس میں اتباع احکام و شریعت لازم آتا ہے۔ عالم برزخ کی جسمانی زندگی کی نفی اس سے مراد لینا نری جہالت ہے۔

آخری گزارش

ہم نے الحمد للہ ٹھوس دلائل کے ساتھ بندیالوی مغالطات کو بے نقاب کر دیا ہے۔ آخر میں ہم بندیالوی صاحب سے دست بستہ گزارش کریں گے کہ خدارا امت مسلمہ کے حال پر رحم فرمایئے اور اسے اپنی انانیت کی بھینٹ چڑھا کر تفریق و انتشار کی فضا پیدا نہ کیجئے۔ آپ امت کو اہل سنت کے اجماعی و متواتر دھارے سے کاٹ کر ایک جدید مکتب فکر کی نشو ونما کر رہے ہیں۔ آخر یوم حساب بھی قریب ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو عقل سلیم نصیب فرمائے اور اسلاف امت کے متواتر و اجماعی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ!

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے قلمی تضادات

یا

مخالفین کے گمراہ کن دعوے اور بے بنیاد اعتراضات

اظہار الغرور

فی کتاب

آئینہ تسکین الصدور

اس کتاب میں منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام فی القبور کی جانب سے شائع کردہ کتاب "آئینہ تسکین الصدور" مصنفہ مولوی شیر محمد جھنگوی میں بیان کردہ مصنف کے گمراہ کن دعووں اور بے بنیاد دعووں اعتراضات کو نمایاں کیا گیا ہے اور ان کے تفصیلی جوابات دیئے گئے ہیں

از قلم:

جناب حافظ عبدالقدوس قارن

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ